ناصبی سازش

مرتب
خسرو قاسم

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ
اِنَّا کُنَّا لَنَعْرِفُ الْمُنَافِقِیْنَ نَحْنُ مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ
بِبُغْضِهِمْ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم انصار لوگ، منافقین کو ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
بغض کی وجہ سے پہچانتے تھے۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب حدیث ۱۶۵۰)

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب : ناصبی سازش

مرتب : خسرو قاسم

صفحات : ۸۰

سن اشاعت : ۲۰۱۳ء

کمپوزنگ : مشکوٰۃ کمپیوٹرس، علی گڑھ، 9897674550

ملنے کا پتہ

Ali Academy

3 Raipura Lodge,
Dodhpur, Aligarh - 202002
Mob. 09837226612
Res. 09219406612

انتساب

اہلبیتِ اطہار کے نام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ زَیْنِ الْوُجُوْدِ وَعَلیٰ آلِهٖ خَیْرِ کُلِّ مَوْجُوْدٍ.

"اے اللہ! درود وسلام نازل فرما ہمارے سردار محمد ﷺ پر جو کائنات کے لیے زینت ہیں اور آپ ﷺ کی تمام آل پر جو تمام مخلوق سے افضل ہیں۔"

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضورا کرم ﷺ کے حضرت سیدنا علیؓ سے متعلق دو بہت اہم ارشادات ہیں:

۱- آپ ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ اے علیؓ تمہاری مثال میری امت میں عیسیٰ ابن مریمؑ کی سی ہے کہ ایک گروہ نے ان سے حد سے زیادہ محبت کی اور اس محبت نے انہیں ہلاک کردیا اور ایک گروہ نے ان سے بغض رکھا اور اس بغض نے انہیں ہلاک کردیا۔

۲- آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے علیؓ مومن ہی تم سے محبت کرے گا اور منافق ہی تم سے بغض رکھے گا۔

اب ہم ان دو احادیث کی روشنی میں واقعات کا تجزیہ اور analysis کرتے ہیں۔

سیدنا علیؓ کی محبت میں ایک فرقہ تو اتنا بڑھا کہ آپؓ کو مقام الوہیت پر فائز کردیا (معاذ اللہ)۔ یہ نصیری کہلاتے ہیں اور غالباً شام (Syria) پر اس وقت حکمران بشر الاسد وغیرہ کا تعلق اسی گروہ سے ہے۔ دوسرا طبقہ ناصبیوں کا ہے اور یہ پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نصیریوں کا خلاف اسلام اور دائرہ ایمان سے خارج ہونا تو اظہر من الشمس ہے مگر نواصب اہل سنت کا لبادہ اوڑھ کر ان میں خلط ملط ہوگئے ہیں اور ان کو پہچاننا بڑا مشکل ہے۔ اس وقت جب بھی فرقِ اسلامی کی بات کی جاتی ہے تو نواصب کا کوئی ذکر نہیں آتا۔ کیا اس کا مطلب ہے کہ نواصب روئے زمین سے بالکل مٹ گئے ہیں اور ان کا وجود ہی نہیں ہے اور پوری امت مسلمہ سیدنا علی سے

محبت کرنے والی ہے۔ اگر آپ غور وفکر سے کام لیں تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ نواصب کی ایک بہت بڑی تعداد اس وقت موجود ہے اور مسلمانوں کے مراکز دینیہ سے لے کر مدارس اور ذرائع ابلاغ سب پر ان کا قبضہ ہے۔ ہاں انہوں نے اپنا نام بدل لیا ہے اور ایک بہت ہی خوبصورت نام رکھ لیا ہے سلفی یعنی سلف صالحین کی پیروی اور اتباع کرنے والے۔ پورے حجاز مقدس، امارات، کویت اور عمان پر انہی کا قبضہ ہے اور عربوں کی دولت کا ایک بیش قیمتی حصہ ان کے باطل عقائد کی تبلیغ میں صرف ہورہا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں کتب اور pamphlets چھپ رہے ہیں اور تقسیم ہورہے ہیں۔ ان کی باقاعدہ ماہانہ salary پانے والے مبلغین ایک بہت بڑی تعداد میں ہر ملک میں موجود ہیں۔ جن کا کام ہی اپنے فاسد خیالات کی تبلیغ ودعوت ہے۔

ہاں یہاں ایک بات ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ اللہ نے بھی اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں انصاف وعدل سے نہ ہٹا دے'' تو اس جماعت میں بھی کچھ انصاف پسند حضرات ہیں جیسے ڈاکٹر عبدہ یمانی جنہوں نے فضائل اہل بیت پر کتاب " علموا اولادکم محبت آل نبی'' اپنی اولاد کو محبت اہل بیت سکھاؤ اور حضرت سیدہ فاطمہ پر " انها فاطمة زهرا'' جیسی شاندار کتابیں لکھیں مگر افسوس یہ کتابیں سعودی عرب میں ممنوع قرار پائیں۔ اس کے علاوہ ایک صاحب نے حضرت امام جعفر الصادق کی شخصیت اور آپ کی مرویات پر کتاب لکھی۔ جامع اُم القریٰ مکہ مکرمہ سے ان کو اس پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی۔ اس کے علاوہ جامع اُم القریٰ نے فضائل اہل بیت کی ایک اہم کتاب جو مخطوطہ تھی علامہ سخاوی کی" استجلاب ارتقاء من الغرف'' کو تحقیق وتخریج کے ساتھ شائع کیا۔ مگر یہ تمام کام آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اس سب کے خلاف لکھنے والوں کا کوئی حد وشمار ہی نہیں ہے۔ یہ ایک بہت ہی منظم سازش ہے جس کی تاریخ کافی پرانی ہے اور جڑیں بہت گہری ہیں۔ اس کی ابتداء سب سے پہلے ابن تیمیہ سے ہوئی۔ ابن تیمیہ کے کٹر مخالفین کو بھی ان کی وسعت علم، ذہانت اور ذکاوت کا اقرار ہے۔ مگر صرف علم کا ہونا ہی کافی نہیں۔ اللہ نے

قرآن میں یہود کے علماء کو جاھلون کہہ کر مخاطب کیا حالانکہ وہ جاہل نہ تھے عالم تھے اور سورہ جمعہ میں ان کی مثال گدھے سے دی ہے جس کی پشت پر کتابیں لدی ہوں اور حضور اکرم ﷺ نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے جو نفع نہ دے۔

اس موضوع پر اگر اللہ کی مدد شامل حال رہی تو ایک مفصّل کتاب لکھوں گا مگر فی الحال کچھ ضروری مطالب جو علم حدیث سے متعلق ہیں ان کو اس کتابچہ میں جمع کیا ہے۔

۱۔ فضائل علی و اہل بیت کی احادیث صحیحیہ کا انکار اور ان کے روایت کرنے والوں کو شیعیت سے متّہم کرنا۔

۲۔ جو احادیث متواتر ہیں اور ان کا انکار ممکن نہیں تو ان کی ایسی تاویل کرنا جس سے اہل بیت کی فضیلت ختم ہو جائے۔

۳۔ جو حضرات دشمن اہل بیت ہیں ان کو ثقہ قرار دینا۔

اللہ پاک میری اس کاوش کو قبول فرمایے اور تادم آخر مجھے محبت رسول اور آل رسول پر قایم رکھے (آمین بحق طٰہٰ و یٰسین)

خسرو قاسم

Khusro Qasim

Assistant Professor

Dept. of Mechanical Engg.,

AMU, Aligarh

Mobile : 08755878084

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(فصل اول)

آل بیت علیہم السلام پر بعض مظالم کی داستان

آل بیت علیہم السلام پر مسلسل الم ناک حادثات گزرے ہیں۔ان میں سے بعض کی تفصیلات یہ ہیں: امیر المومنین علی علیہ السلام کے خلاف جنگیں، اس کے بعد امیر معاویہ کا اپنی فوج کو مختلف شہروں میں بھیج کر ان پر اپنا تسلط جمانا اور ان کا اہل حق کے خلاف جنگ وجدال برپا کرنا، اس کے ساتھ ساتھ علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنا اور منبروں پر ان پر لعنت بھیجنا، اس معاملے میں مزید شدت امام حسن علیہ السلام کی صلح کے بعد پیدا ہوئی، اس کے بعد امام حسن کو زہر دیا جانا اور اپنے نانا ﷺ کے گھر میں ان کی تدفین نہ ہونے دینا، اس کے بعد واقعہ کربلا اور حسین بن علی علیہما السلام کی شہادت کا حادثہ فاجعہ، ان کے ساتھ علی بن ابی طالب کے چھ بیٹوں، حسن بن علی کے دو بیٹوں، حسین بن علی کے تین بیٹوں اور ان کے علاوہ جعفر اور عقیل بن ابی طالب کے بیٹوں کی شہادت، اس خونچکاں داستان نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ ایک شاعر کو یہ کہنا پڑا:

آل حرب أشعلتم نار حرب لبني هاشم يشيب منها الوليد

فابن حرب للمصطفى وابن صخر لعلي وللحسين يزيد

"اے آل حرب! تم نے بنو ہاشم کے لیے آگ کے شعلے بھڑکائے جن سے بچے بھی بوڑھے ہو جائیں، ابن حرب نے مصطفیٰ کے خلاف، ابن صخر نے علی کے خلاف اور

یزید نے حسین کے خلاف جنگ کو خوب ہوا دی۔''

اس طرح آل بیت علیہم السلام اور ان کے حامیوں کے خلاف مسلسل تکلیف دہ آزمائشیں آتی رہیں۔ جلیل القدر صحابی حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کی شہادت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، ان کا واقعہ معروف ومشہور ہے۔ آل بیت میں سے کتنوں کو جیل میں ڈال دیا گیا، کتنے غائب کر دیے گئے اور کتنوں کو ملک بدر کر دیا گیا یا انھیں شہید کر دیا گیا۔ بدترین ظلم امام زید بن علی علیہ السلام پر کیا گیا، جنھیں قتل کر کے دفن کر دیا گیا تھا لیکن پھر ان کی لاش قبر سے نکالی گئی اور سالوں تک اسے سولی پر لٹکتے چھوڑ دیا گیا، پھر ان کے جسم اطہر میں آگ لگائی گئی۔ ایک سرسری نظر ابہانی کی مقاتل الطالبین اور اشعری کی مقالات الاسلامیین پر ڈال لیجیے، حقیقت آپ کے سامنے آجائے گی۔

آل بیت علیہم السلام کے ساتھ جس جس طرح کے مظالم روا رکھے گئے، ان کے مظاہر مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) آل بیت علیہم السلام کے علوم کو غائب اور ضائع کر دیا گیا۔ اس کی تفصیل کے لیے ایک دفتر چاہیے، یہاں ہم اپنے دور کے ممتاز فقیہ اور مورخ محمد ابوزہرہ رحمہ اللہ کی بات نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں جو انھوں نے اپنی کتاب ''امام زید بن علی علیہما السلام (ص ۱۶۵) میں نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''علی رضی اللہ عنہ کی فقہ اور ان کے فتاوے ضائع کر دیے گئے، اہل سنت کی کتابوں میں اس تعلق سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے، وہ ان کی مدت خلافت جو تقریباً پانچ سالوں پر محیط ہے، جس میں طرح طرح کے واقعات پیش آئے اور بڑے بڑے حادثات سے امت کو گزرنا پڑا، سے میل نہیں کھاتا۔ مزید برآں انھوں نے تینوں خلفائے راشدین ابوبکر، عمر اور عثمان کے عہد خلافت میں جو علم اور فقہ پر توجہ فرمائی، اس کا بھی تفصیلی ذکر نہیں ملتا۔ ان کی پوری زندگی فقہ اور علم دین کی اشاعت میں گزری، لوگوں میں سب سے زیادہ وہی رسول اللہ ﷺ کے قریب رہے، بچپن ہی سے انھیں رسول

اللہ ﷺ کی صحبت ملی اور آپ کی حیات طیبہ کی آخری سانس تک یہ صحبت حاصل رہی، ان حالات میں ضروری تھا کہ کتب سنت میں رسول اللہ ﷺ سے ان کی روایات، ان کے فتاوی اور فیصلے اس سے کئی گنا زیادہ نقل کیے جاتے جتنے منقول ہیں۔ یقینی طور پر اموی حکومت کا علی رضی اللہ عنہ سے منقول آثار کو چھپانے میں خاصا اثر رہا ہے کیوں کہ یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ لوگ منبروں پر علی کو گالیاں دے رہے ہوں اور علما کو ان کے علم کو عام کرنے اور ان کے فتاوی کی تشہیر کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں خاص طور پر علی رضی اللہ عنہ سے منقول وہ آثار جن کا تعلق اسلام کے سیاسی احکام وقوانین سے ہو۔''

(۲) آل بیت کے طرف داروں اور ان کی نصرت کرنے والوں کو لگاتار قتل کیا گیا اور ان کو ایذا دی گئی۔۔ اس سلسلے میں جلیل القدر صحابی حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کا واقعہ مشہور اور کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے۔

(۳) شیعہ رجال حدیث کو ضعیف قرار دے دیا گیا اور ان کی بیشتر مرویات کے تعلق سے توقف اختیار کیا گیا اور ان کے تعلق سے کئی طرح کے اشکالات پیدا کیے گئے۔ اس تحریر کا بنیادی مقصد اسی پہلو کا نمایاں کرنا ہے۔

حافظ ابن حجر کا اشکال:

''شیعہ راوی کی مطلق طور پر توہین اور ناصبی راوی کی غالب احوال میں توثیق''۔

(۱) جس طرح کے مظالم اہل بیت پر ڈھائے گئے، اسی طرح کے مظالم کا سامنا ان سے محبت کرنے والوں کو بھی کرنا پڑا، انھیں ظلم پر مبنی جرح سے دوچار کیا گیا، ان کے ضعف اور جرح کی خوب خوب تشہیر کی گئی، اس کی عزت اچھالی گئی اور ان کے دشمنوں کی خوب تعریف کی گئی۔ یہاں تک کہ حافظ بن حجر ''التہذیب'' میں مشہور ناصبی راوی مازہ بن زبارہ ازدی بصری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: میرے نزدیک ایک بڑا اشکال یہ تھا کہ ائمہ جرح وتعدیل اکثر ناصبی رجال کی توثیق کرتے ہیں اور شیعہ رجال حدیث کی مطلق

طور پر توہین، اور یہ اشکال اس وجہ سے بھی پیدا ہوتا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ حدیث موجود ہے کہ ان سے صرف مومن ہی محبت کرتا ہے اور ان سے نفرت صرف ایک منافق ہی کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اشکال حقیقت واقعہ کا بیان ہے۔ حافظ ابن حجر کے کلام پر تبصرہ کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان کی عبارت کے دو الفاظ ''غالبًا اور مطلقًا'' پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ پہلا لفظ غالب طور پر توثیق کرنا ہے جب کہ دوسرا لفظ مطلق طور پر توہین کرنا ہے۔ یہ غایت درجے کی قساوت قلبی ہے۔ جس راوی کے بارے میں نفاق کی شہادت موجود ہے اس کو تو ثقہ بتایا جا رہا ہے اور جس کے ایمان کی شہادت دی جاتی ہے اس کی مطلق طور پر اہانت کی جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر کے اس اعتراف سے ان اسباب کا پتا چل جاتا ہے جن کی بنا پر آل بیت علیہم السلام کی مرویات اور ان کے فضائل میں وارد احادیث کو ضعیف قرار دے دیا گیا ہے بلکہ اسی رجحان نے آل بیت کی فقہ اور حدیث پر اعتراض کا دروازہ کھول دیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اشکال کا جواب دیا ہے لیکن اس سے اطمینان نہیں ہوتا بلکہ ان کا جواب بھی قابل اعتراض ہے۔ لیکن یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ مطلق شیعہ راوی کی اہانت کر کے ایک کھلا ظلم کیا جا رہا ہے اور ناصبی جو غالب احوال میں منافق ہے، اس کی توثیق کی جا رہی ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے شیعیت اور ناصبیت دونوں کو مشکوک بنا کر رکھ دیا ہے۔

ایک واضح مثال:

میں یہاں ایک مثال پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں جس سے ابن حجر کے بقول غالب احوال میں ناصبی کی توثیق کی جاتی ہے۔ تہذیب الکمال میں ثور بن یزید حمصی کے ترجمہ (۴/۴۲۷) میں ہے: عباس دوری، یحیی بن معین کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ثور بن یزید ثقہ ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ازہر حرازی، اسد بن وداعہ اور ایک جماعت ایک ساتھ بیٹھ کر علی بن ابی طالب کو برا بھلا کہتی تھی۔ ثور بن یزید علی کو گالیاں نہیں دیتا تھا۔ جب وہ گالی نہیں دیتا تو یہ لوگ اسے دوڑاتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ ثور، ازہر اور اسد تینوں ناصبی ہیں جیسا کہ ان کے تراجم کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ کوفہ کے باشندے ہوتے اور ان میں سے کوئی ایک بھی اگر علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر مقدم کرتا تو اس پر رافضی ہونے کا حکم لگا دیا جاتا اور اگر وہ حدیث طیر نہیں بلکہ اگر حدیث موالاۃ کا کسی مجلس میں املا کرا دیتا تو اس پر لوگ پل پڑتے اور اس کی روایت کردہ احادیث کے بارے میں توقف اختیار کرتے لیکن یہاں وہ بغیر کسی تحفظ کے ناصبی راویوں کی توثیق کر رہے ہیں۔

محض تشیع جرح نہیں ہے:

اللہ ہی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے، درست بات یہ ہے کہ محض تشیع کا جرح ہونا قابل ملاحظہ ہے۔ کیوں کہ تشیع دو طرح کا ہوتا ہے: ایک مذہبی تشیع، اس کے اپنے اصول اور فروع ہیں جس میں خطا اور صواب دونوں کا امکان ہے۔ مذہبی تشیع کو مکمل خطا سے تعبیر کرنا، شریعت کی متواتر نصوص کے خلاف ہے۔

تشیع کی دوسری قسم وہ ہے جو اسلام کے صدر اول میں معروف تھا۔ یہ لفظ غالب احوال میں ان حضرات پر بولا جاتا تھا جو علی رضی اللہ عنہ اور آل بیت علیہم السلام سے محبت کرتے تھے۔ جب کسی کو شیعہ کہا جاتا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ اہل بیت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے لیے ملاحظہ ہو: اللسان (۷/۲۵۸)، تاج العروس (۲۱/۳۰۲)، العین (۲/۱۹۱) اور الاساس (ص ۳۴۳)۔

اس مفہوم میں تشیع تو وہی سنی تشیع ہے جس پر ہر مسلمان کا ہونا ضروری ہے۔ یہی مذہب بیشتر صحابہ کرام اور امت کے اصحاب فضل کا رہا ہے، جنھوں نے علی، حسن، حسین اور عترہ طاہرہ کے ساتھ جہاد کیا ہے۔

اس بنیاد پر انتہائی غیر مناسب بات ہوگی اگر ہم تشیع کو بذات خود ایک جرح سمجھیں۔ بلکہ مذکورہ صفت کی وجہ سے کسی راوی پر جرح کرنا خود کو مجروح قرار دینا ہے۔ اس طرح کی جرح کو آل بیت علیہم السلام، ان کے متبعین اور ان سے محبت کرنے والوں کے خلاف ایک زینہکے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ یہ جرح کرنے والے کی اعلانیہ ناصبیت کا مظاہرہ ہے، ناصبی قواعد کے دباؤ اور تاثر کے نتیجے میں ایسا کیا گیا ہے، یہ فکری اور جسمانی تشدد کا اظہار ہے یا پھر حقیقت واقعہ سے ناواقف ہونے کا شاخسانہ ہے۔

اسی وجہ سے مناسب یہ ہے کہ راویوں پر تشیع کا ایسا حکم لگانے سے پرہیز کیا جائے جو راوی کی عدالت کو متاثر کرتا ہے اور پھر اس کے نتیجے میں اس کی مرویات کو مشکوک قرار دے دیا جاتا ہے خاص طور پر وہ مرویات جن کا تعلق آل بیت اور ان کے فضائل سے ہوتا ہے۔

تشیع کے ذریعے راویان حدیث کو مجروح قرار دینے کے اسباب

تشیع کا الزام لگا کر کسی راوی کو مجروح قرار دینے کے اسباب میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کی بنا پر خود جرح کرنے والا طعن کا موجب بن جاتا ہے اور اس کا علمی مقام متاثر ہوتا ہے۔ ایک بڑی تعداد نے بعض انتہائی کمزور اور بودے اسباب کی بنا پر راویوں پر تشیع کا الزام عاید کیا ہے۔ ان میں سے بعض اہم اسباب حسب ذیل ہیں:

مسئلہ تفضیل:

مسئلہ تفضیل ایک ظنی مسئلہ ہے، وہ قطعی نہیں ہے اور اس کا اسلامی عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی بات کی وضاحت اہل السنّت والجماعت کے ائمہ جیسے باقلانی، ابن عبدالبر، امام الحرمین، غزالی، مازری، آمدی، سعد تفتازانی اور عضد وغیرہ نے کی ہے۔

ابراہیم بن عبدالضحاک مدنی اصبہانی کے ترجمہ میں ابن حجر اللسان (۱/ت ۲۱۸)

میں لکھتے ہیں: ابوالشیخ اور ان کے بعد ابونعیم نے ذکر کیا ہے کہ وہ حدیث بیان کرنے کے لیے بیٹھتے تھے۔ ایک بار انھوں نے فضائل کی احادیث نکالیں، پہلے ابوبکر کے پھر عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل املا کرائے، اس کے بعد فرمایا: اب ہم عثمان کے یا علی کے فضائل بیان کریں؟ یہ سن کر لوگوں نے کہا: یہ رافضی ہے اور پھر انھوں نے ان کی حدیث ترک کر دی۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ کھلا ہوا ظلم ہے۔ اہل سنت کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے کہ وہ عثمان اور علی کے بارے میں توقف کرتے تھے۔ اگرچہ اکثریت کا مسلک عثمان کو مقدم کرنے کا ہے لیکن بہر حال اہل سنت کی ایک جماعت علی کو عثمان پر مقدم کرتی ہے، ان میں سفیان اور ابن خزیمہ کے نام نمایاں ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت علی کو تمام صحابہ پر مقدم کرتی تھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیں ابن حزم کی الفصل ۱۸۲/۴ اور ان کا رسالہ "المفاضلة" (ص ۱۷۰) اور باقلانی کی "مناقب الأربعة" (ص ۲۹۴، ۴۷۱، ۴۸۰) ساجی کا قابوس بن ابی ظبیان کے حوالے سے یہ قول گزر چکا ہے کہ علی کو عثمان پر مقدم کرنا کوئی مضبوط بات نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو: التہذیب (۳۰۶/۷)۔ ضعیف قرار دینے کا یہ طریقہ کس قدر بودا اور کمزور ہے، اس کی زد میں خود ضعیف قرار دینے والا آتا ہے۔

آل بیت کے ائمہ کی صحبت اور ان سے روایت بیان کرنا:

تشیع کا الزام دینے کی ایک دوسری وجہ اہل بیت کے ائمہ کی صحبت اختیار کرنا اور ان سے احادیث کی روایت کرنا بھی ہے۔ حافظ ابن حجر نے میزان پر جو اضافے اللسان میں کیے ہیں (۱/ت ۱۲۲۵، ۱۲۲۶)، ان میں ہے:

"اسرائیل بن عائذ مدنی مخزومی کا ذکر طوسی نے شیعہ رجال میں کیا ہے، وہ ثقہ تھے اور جعفر صادق سے حدیث روایت کرنے والوں میں ان کا شمار ہے۔"

اسرائیل بن عباد مکی ابومعاذ کا ذکر طوسی نے شیعہ رجال میں کیا ہے، وہ ثقہ تھے اور ابوجعفر باقر سے احادیث روایت کرنے والوں میں ان کا شمار ہے۔']

میں کہتا ہوں کہ انتہا درجے کا ظلم ہے، حقیقت کا انکار ہے اور تکلیف دینے کی کوشش ہے۔ ائمہ اخیار کے تلامذہ کو مجروح کرنے کی وجہ کیا ہے؟ حافظ ابن حجر کو کیوں کر زیب دیتا ہے کہ وہ ان راویان حدیث کو متکلم فیہ قرار دیں۔ لسان المیزان میں بہت سے ایسے رجال ہیں جن کی خطا صرف یہ تھی کہ وہ امامین باقر اور صادق علیہما السلام کے اصحاب میں سے تھے اور ان کا ترجمہ طوسی وغیرہ نے لکھا تھا، انھوں نے ان کو ضعیف نہیں قرار دیا تھا کہ حافظ کے لیے ان کا اخراج ضروری ہو گیا تھا۔ میری بات پر شک ہو تو لسان المیزان کے یہ حوالے دیکھ لیے جائیں: (ا رت ۱، ۲، ۳، ۴، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۵، ۱۲۲۹ وغیرہ)

اہل بیت کے فضائل میں متعین احادیث روایت کرنا:

بعض رجال پر تشیع کا الزام اس وجہ سے بھی لگایا گیا کہ انھوں نے اہل بیت کے فضائل میں متعین احادیث روایت کی تھیں جیسا کہ ابو عبداللہ حاکم نیسابوری صاحب مستدرک کے ساتھ ہوا۔ امام حاکم کے بارے میں ابو اسماعیل ہروی نے کہا ہے کہ وہ خبیث رافضی تھا۔ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ رافضی نہیں بلکہ تشیع کی طرف ان کا میلان تھا۔ ابن طاہر کہتے ہیں کہ وہ اندرونی طور پر شیعہ کے لیے بہت تعصب رکھتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسا لگتا ہے کہ اللہ نے ان پر سینے کے راز کھول دیے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے امام حاکم پر یہ الزام لگانے کی وجہ تلاش کی تو خطیب کی تاریخ میں یہ عبارت نظر آئی:

''امام حاکم تشیع کی طرف میلان رکھتے تھے۔ مجھ سے ایک صالح شیخ اور عالم فاضل شخصیت اسحاق ابراہیم بن محمد ارموی نے نیسابور میں بیان کیا کہ ابو عبداللہ حاکم نے احادیث جمع کیں جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ وہ بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہیں لیکن دونوں نے ان کی تخریج نہیں کی حالانکہ ان کی کتابوں میں ان احادیث کو درج ہونا چاہیے۔ ان میں سے ایک حدیث ''طیر'' اور دوسری حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" بھی تھی۔ اسی

بات پر اصحاب الحدیث نے ان پر نکیر کی، ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اور نہ کسی نے ان کی باتوں سے اتفاق کیا۔''

میں کہتا ہوں کہ یہ اصحاب حدیث کون تھے؟ جرح کا زیادہ مستحق کون تھا؟ حدیث مولاہ متواتر حدیث ہے، اس کے راوی پر کسی بھی حال میں کوئی نکیر نہیں کی جا سکتی۔ صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسے ساٹھ راویوں نے بیان کیا ہے۔ پہلے تو حال ان لوگوں کا دیکھا جانا چاہیے جنھوں نے اس متواتر حدیث کا انکار کیا ہے۔ واللہ المستعان۔

میں نے طبقات شافعیہ (۴/۱۶۷) میں تاج سبکی اشعری کی ایک بڑی عجیب لیکن حق بات دیکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اللہ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ امام حاکم کا جرم ان اصحاب الحدیث کی نظر میں صرف یہ تھا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف شریعت میں جتنا مطلوب ہے، اس سے ذرا زیادہ میلان رکھتے تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ ابو بکر، عمر اور عثمان کو علی سے نیچے رکھتے تھے اور نہ یہ کہتا ہوں کہ وہ علی کو شیخین سے افضل قرار دیتے تھے۔ بلکہ یہ تو ان سے بعید ہے کہ وہ علی کو عثمان سے افضل کہیں کیوں کہ میں نے ان کی کتاب ''الاربعین'' میں دیکھا ہے کہ انھوں نے ایک مستقل باب ابو بکر، عمر اور عثمان کی افضلیت پر قائم کیا ہے، ان کو دیگر تمام صحابہ سے ممتاز بتایا ہے اور مستدرک میں عثمان کا ذکر علی کے ذکر پر مقدم کیا ہے۔''

اس کے بعد تاج سبکی اشعری لکھتے ہیں:

''اس کے علاوہ دیگر بہت سی ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن سے عثمان کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض احادیث قابل استدراک ہیں۔ انھوں نے طلحہ اور زبیر اور عبداللہ بن عمرو کے فضائل بھی بیان کیے ہیں۔''

میں کہتا ہوں کہ سبکی کی معذرت امام حاکم کے مخالفین کو خاموش کرنے کے لیے کافی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ سبکی نے معذرت کا اظہار ''میرے دل میں خیال آتا ہے'' سے کیا ہے جس پر مجھے تعجب ہے۔ کیوں کہ جب حاکم نے ان تمام

حضرات کو علی سے مقدم کیا ہے جن کا ذکر سبکی نے کیا ہے، ان کے مخالفین اور ان سے جنگ کرنے والوں کے فضائل بیان کیے ہیں، ایسی صورت میں امام حاکم کے پاس کیا باقی بچتا ہے کہ ان کے بارے میں یہ تبصرہ کیا جائے کہ وہ شریعت میں جتنا مطلوب ہے، اس سے زیادہ علی کی طرف میلان رکھتے تھے۔ میں ایسی ناصبیت سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو نسلاً بعد نسلٍ چلتی ہے۔

جب گزشتہ مباحث آپ کے سامنے آگئے تو صحیح اور درست بات جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، یہ ہے کہ ان حضرات کے حالات معلوم کیے جائیں جنھوں نے امام حاکم پر تشیع اور رفض کا الزام عائد کیا ہے۔ تاج سبکی کو بھی میں انھیں لوگوں میں شمار کرتا ہوں۔ امام حاکم جیسے حضرات پر ان کے تشدد اور فکری ارہاب کی وجہ سے پردہ ہٹایا جائے جنھوں نے اپنی مستدرک میں ان لوگوں کے مناقب بھی ذکر کیے ہیں جنھوں نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن عاص جنھوں نے علی رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی کی اور انھوں نے امیر المومنین کے خلاف جنگ کے واقعات بیان کیے۔

آل بیت علیہم السلام کے فضائل میں نظمیں کہنا:

رجال حدیث پر تشیع کا الزام اس وجہ سے بھی لگایا گیا کہ انھوں نے اہل بیت کے فضائل میں نظمیں لکھیں، ان کا کثرت سے ذکر کیا، ان سے محبت ظاہر کی یا بعض فروعی فقہی مسائل میں شیعہ سے موافقت ظاہر کی جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوا۔

ابن عبد البر ''الانتقاء'' (ص ۱۴۶) میں لکھتے ہیں: ''ربیع بن سلیمان موذن کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن ادریس شافعی کے ساتھ حج کیا اور مکے میں حاضری دی۔ دوران سفر امام شافعی کا حال یہ تھا کہ جب بھی کسی ٹیلے پر چڑھتے یا کسی ڈھلان سے نیچے اترتے تو مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے:

یا راکباً قف بالمحصب من منی
واهتف بساکن خیفها والناهض
سحراً اذا فاض الحجیج الی منی
فیضاً کملتطم الفرات الفائض
ان کان رفضاً حب آل محمد
فلیشهد الثقلان انی رافض

''اے سوار! منی کے وادی محصب میں ٹھہر جا اور اس کے نشیب وفراز میں مقیم لوگوں کو آواز دے۔ بہ وقت سحر جب حجاج کرام منی کی طرف آتے ہیں تو ایسا لگتا کہ جیسے دریائے فرات موجیں مار رہا ہو۔ اگر آل محمد سے محبت کرنا رافضیت ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔''

ابو عمرو کہتے ہیں کہ یہ اشعار امام شافعی کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ مجھ سے میرے بعض اساتذہ نے بیان کیا ہے۔ ابو القاسم عبید اللہ بن عمر بن احمد شافعی جو امام حاکم کے مہمان تھے اور زہراء میں جن کی سکونت تھی، اپنے بعض اساتذہ سے بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی سے پوچھا گیا کہ آپ کے اندر تشیع کی بو پائی جاتی ہے۔ انھوں نے پوچھا کہ کیسے؟ لوگوں نے کہا: آپ آل محمد سے اظہار محبت کرتے ہیں۔''

میں کہتا ہوں کہ امام شافعی نے اپنے اوپر لگائے جانے والے اس الزام کا مسکت جواب دیا ہے۔ لیکن ذرا دیکھئے کہ تشیع کا یہ الزام اسوقت لگایا گیا ہے جب روایات بیان کرنے کی گرم بازاری تھی اور اس وجہ سے یہ الزام لگایا گیا کہ انھوں نے آل محمد سے اظہار محبت کیا تھا جو ایمان کی سب سے قوی علامت ہے۔ آل محمد ﷺ سے محبت کا اظہار کرنا ایک سنگین اور بڑا جرم سمجھا جاتا تھا، اس پر تشیع اور رافضیت کے الزام لگائے جاتے تھے۔ ایسی صورت میں اصحاب عقل وخرد کس پر جرح کریں گے؟

اسی موضوع سے حافظ احمد بن عبد اللہ عجلی کا وہ تبصرہ بھی تعلق رکھتا ہے جو انھوں نے امام شافعی کے بارے میں کیا ہے۔ امام شافعی کے بارے میں وہ لکھتے

ہیں: ''امام شافعی ثقہ تھے، رائے اور قیاس پر عمل کرتے تھے، ان کے پاس حدیث کا ذخیرہ نہیں تھا اور تشیع کی طرف میلان رکھتے تھے۔''

عجلی نے امام شافعی پر تشیع کا الزام ان کے مندرجہ ذیل شعر کی وجہ سے لگایا ہے:

ان کان رفضاً حب آل محمد

فلیشہد الثقلان انی رافض

''اگر آل محمد سے محبت کرنا رافضیت ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔''

میں کہتا ہوں کہ جب یہ حال احمد بن عبداللہ عجلی جیسے امام جرح وتعدیل کا ہے کہ انھوں نے امام شافعی پر محض اسوجہ سے تشیع کا الزام لگا دیا کہ انھوں نے ایک ایمانی فریضہ حب آل محمد کا اظہار کیا تھا۔ جب یہ رویہ عجلی کا امام شافعی جیسے صاحب علم اور بہ کثرت تلامذہ رکھنے والے شخص کے بارے میں ہے تو پھر کسی کوفی غریب کے بارے میں ان کا طرز عمل کیا ہوگا۔

اسی موضوع سے متعلق حافظ ذہبی کا وہ قول بھی ہے جو انھوں نے ''الرواۃ الثقات'' (ص ۲۳) میں نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: اسی طرح امام شافعی پر تشیع کا الزام ان کے بعض مالکی مخالفین نے لگایا ہے کیوں کہ انھوں نے بعض فقہی فروعات میں ان کی موافقت کی تھی جن میں شیعہ نے حق بات کہی تھی اور انھوں نے ان مسائل میں کوئی بدعت ایجاد نہیں کی تھی جیسے بسم اللہ کا زور سے نماز میں پڑھنا، نماز فجر میں دعائے قنوت کا پڑھنا اور داہنے ہاتھ میں انگوٹھی کا پہننا۔ اس طرح کا امام شافعی پر الزام قلت علم وتقوی اور عجلت پسندی کا نتیجہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اسی باب سے اس روایت کا بھی تعلق ہے جو امام ابوداؤد نے نقل کی ہے کہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا: یحیی بن معین کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو امام شافعی پر تشیع کا الزام عائد کرتے ہیں؟ امام احمد نے یحیی بن معین سے جب اس بابت سوال کیا کہ آپ کو یہ کیسے پتا چلا کہ امام شافعی تشیع کی طرف رجحان

رکھتے ہیں؟ یحیی بن معین نے جواب دیا کہ میں نے امام شافعی کی کتاب دیکھی، اس میں انھوں نے باغیوں سے جہاد کرنے کے مسئلے میں اول سے آخر تک علی بن ابی طالب کے طرز عمل سے استدلال کیا ہے۔ یہ جواب سن کر امام احمد نے فرمایا: آپ پر تعجب ہے، پھر آپ ہی بتیں کہ امام شافعی اس مسئلے میں کہاں سے دلیل لیتے، اس امت میں سب سے پہلے باغیوں سے قتال کرنے کی آزمائش میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی مبتلا کیے گئے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ امام احمد کا جواب سن کر امام یحیی بن معین نے اپنی بات واپس لے لی۔ ملاحظہ ہو: مناقب الامام الشافعی للبیہقی (۴۵۰/۱) اور مناقب الامام الشافعی للرازی (ص ۱۴۳)

میں کہتا ہوں کہ امام احمد کا اظہار تعجب بجا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جب کوئی حدیث ہمیں علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ملتی ہے تو ہم ان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ اس بنا پر ہمارے لیے مناسب ہوگا کہ یحیی بن معین نے جس جس پر تشیع کا الزام عائد کیا ہے، ہم ان کے قول کی تائید میں قرائن تلاش کریں ورنہ پھر ہمیں توقف اختیار کرنا چاہئے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ جن حضرات نے امام شافعی پر تشیع کا الزام لگایا ہے یعنی ان پر بدعت کی تہمت لگائی ہے، انھوں نے ان کی ذات کو اذیت پہنچائی ہے۔ رہی یہ بات کہ امام شافعی اہل بیت سے محبت کرتے تھے، ان سے موالات ظاہر کرتے تھے، ان کی تائید کرتے تھے تو یہ ساری باتیں وہ اعلانیہ کرتے تھے، اس تعلق سے ان کے واقعات معروف ومشہور ہیں۔

ایسے قصائد کا یاد کرنا جن میں اہل بیت علیہم السلام کے فضائل کا ذکر ہو:

رجال حدیث پر تشیع کا الزام عائد کرنے کی ایک وجہ یہ بھی رہی کہ انھوں نے ایسے قصائد کے حفظ کرنے کا التزام کیا جن میں اہل بیت علیہم السلام کے فضائل کا ذکر ہے۔ جیسا کہ ابوالحسن دارقطنی کے ساتھ ہوا۔ خطیب نے تاریخ (۲۰/۱۲) میں لکھا ہے کہ میں نے حمزہ بن محمد بن طاہر دقاق کو یہ کہتے میں نے سنا کہ ابوالحسن دارقطنی سید

حمیری کا دیوان حفظ کرتے تھے، اسی وجہ سے ان پر تشیع کا الزام لگایا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ یہ فکری تشدد اولاً اس بات کا متقاضی ہے کہ اس شخص کے حالات کا پتا لگایا جائے جس نے ابوالحسن دارقطنی کو تشیع سے متہم کیا ہے۔۔ اسسے زیادہ عجیب بات ذہبی کی ہے جو انھوں نے ''معرفۃ القراء الکبار'' (۳۵۱/۱) میں لکھی ہے کہ وہ تشیع سے بری الذمہ ہیں۔ ان کا یہ ایک مجمل بیان ہے جس کی توضیح کی جانی چاہئے کیوں کہ تشیع کوئی ایسا الزام نہیں ہے جس سے اظہار براءت کرنے کی ضرورت ہو۔

شہید امام زید بن علی بن حسین علیہم السلام کا مسلک اختیار کرنا:

بعض رجال حدیث پر تشیع کا الزام اس لیے بھی لگایا گیا کیوں کہ انھوں نے امام زید بن علی بن حسین علیہم السلام کا مسلک اختیار کرلیا تھا۔ اللسان (۱/ت ۸۲۰۵) میں حافظ ابن حجر عسقلانی، احمد بن حمد بن ربیع بن سمیع بن وکیع نسوی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''بعض حضرات نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے کیوں کہ یہ زیدی مسلک رکھتے تھے اور اس کا اعلان بھی کرتے تھے۔''

میں کہتا ہوں کہ اس جہالت اور سفاہت سے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ زیدیہ امام اہل البیت زید بن علی بن حسین علیہم السلام کی طرف منسوب ہیں اور یہ نسبت کیا ہی قابل احترام ہے۔ زیدی ائمہ سادات میں امام زید کی اولاد و احفاد، امام عبدالکامل بن حسن مثنی بن حسن سبط کی اولاد جیسے محمد نفس زکیہ، ابراہیم، یحی، فاتح مغرب ادریس کبیر، عبداللہ الکامل کے بھائی ابراہیم کی اولاد ہیں۔ ان میں کئی ایک ائمہ بھی ہیں جیسے حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب، ان کے بھائی محمد اور ان کے علاوہ دیگر علمائے آل بیت۔ ان کی اتباع کرنے والوں میں بے شمار علماء اور صالحین آتے ہیں۔ بلکہ میں نے تو ابن ندیم کی الفہرست (۳۱۲) میں دیکھا، انھوں نے لکھا ہے کہ اکثر علمائے محدثین زیدی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔'' میرا خیال ہے کہ اس سے ان کی مراد کوفہ کے ممتاز محدثین ہیں جیسے اعمش، ابواسحاق سبیعی، وکیع، ثوری، عبیداللہ عبسی،

ابونعیم فضل بن دکین اور ان جیسے محدثین۔ واللہ المستعان۔

امام علی سلام اللہ علیہ کے خصائص میں کتاب لکھنا یا حدیث املا کرانا:

بعض رجال حدیث پر تشیع کا الزام اس لیے بھی لگایا گیا کیوں کہ انھوں نے امام علی سلام اللہ علیہ کے خصائص میں کتاب لکھی یا حدیث املا کرائی۔ امام نسائی پر تشیع اور انحراف کا الزام ان کی جلیل القدر کتاب ''خصائص علی'' کی وجہ سے لگایا گیا۔ گویا کہ مدح کو نقل کرنا قابل مذمت ہے اور ایمان کی علامت ایسے الزام کی مستحق ہے کہ اسے دور کردیا جائے اور اسے نظر انداز کردیا جائے۔ اللہ برا کرے ناصبیت کا اور ناصبیوں کا۔

وفیات الاعیان میں امام نسائی کے ترجمہ (۷۷/۱) میں ہے: ''امام نسائی کا رجحان تشیع کی طرف تھا۔'' اسی طرح کی بات ''البدایۃ والنھایۃ (۱۱/۱۳۲) میں بھی ہے۔ امام ذہبی ''النبلاء (۱۴/۱۳۳) میں لکھتے ہیں: ''امام نسائی میں تھوڑا بہت تشیع ہے اور امام علی کے مخالفین جیسے معاویہ اور عمرو سے انحراف پایا جاتا ہے۔ اللہ ان کے تسامحات سے درگزر فرمائے۔''

میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے ابوعبدالرحمٰن نسائی کے تعلق سے جس چیز کو عیب کہا ہے، وہ ان کے محامد ہیں۔ حق امام نسائی کے ساتھ ہے۔ بھلا ایک مومن ایسے باغیوں سے جو جہنم کی طرف دعوت دے رہے ہوں اور جنھوں نے دین کو بدل ڈالا ہو، کیوں منحرف نہیں ہوگا۔؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نسائی پر بدعت اور انحراف کا الزام کیوں عائد کیا تو اس کا جو جواب ملے گا، اس سے حیرت میں ڈوب جاؤ گے۔ ذم کا مستحق تو جرح کرنے والا ہے۔ امام نسائی تو ذہبی کے مقابلے میں کہیں زیادہ سمجھ دار، ثقہ اور معرفت رکھنے والے ہیں۔ میرا دل بھنچتا ہے لیکن زبان خاموش ہے۔

وزیر بن خنزابہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن موسی مامونی صاحب النسائی کو کہتے سنا کہ میں نے ایک قوم کے بارے میں سنا کہ وہ امام نسائی پر ان کی کتاب

"خصائص علی" پر نکیر کرتی ہے اور ان پر یہ اعتراض کرتی ہے کہ انھوں نے شیخین کے فضائل میں کتاب تصنیف نہیں کی۔ میں نے اس بات کا ذکر امام نسائی سے کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ جب میں شام گیا تو وہاں علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو بہت منحرف پایا۔ اس کے بعد امام نسائی نے فضائل صحابہ کے موضوع پر کتاب لکھی۔

یہاں کئی ایک باتیں قابل غور ہیں: نبی اکرم ﷺ کے بھائی کے بارے میں یہ حساسیت، ایک باطل چیز کا لزوم، اور خصائص علی رضی اللہ عنہ پر تصانیف کے منکرین اور حسد کرنے والوں کی حالت زار۔

پھر ہمیں ان لوگوں کا حال دیکھنا چاہئے جنھوں نے امام شہید ابو عبدالرحمٰن نسائی کو کس اذیت کے ساتھ شہید کیا، پھر ذرا ان لوگوں کے حال پر غور کرو جنھوں نے ان پر تشیع کا الزام لگایا جیسے ذہبی وغیرہ۔ پھر ذہبی کا یہ حال بھی قابل غور ہے کہ وہ امام نسائی جیسی شخصیت کی تعریف کرنے سے خاموش ہیں جو تعریف کے مستحق ہیں اور امیر المومنین سے انحراف کرنے والے شامیوں کی مذمت کرنے سے خاموش ہیں جو مذمت کے حقدار ہیں۔ واللہ المستعان۔

آل البیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل میں کوئی کتاب تحریر کرنا:

بعض رجال حدیث پر تشیع کا الزام اس لیے بھی لگایا گیا کیوں کہ انھوں نے آل البیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل میں کوئی کتاب تحریر کی تھی۔ یہ بات اس سے پہلی والی بات سے ذرا عام ہے۔ یہاں ہم حافظ علم ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی کا ذکر کرنا چاہیں گے۔ ذہبی نے "المیزان" (۲رت ۴۹۶۵) میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی کا ذکر میں نہیں کرتا اگر ابو الفضل سلیمانی نے ان کا ذکر نہ کیا ہوتا۔ ان کا ذکر کر کے انھوں نے بہت برا کیا ہے۔ انھوں نے ایسے بڑے بڑے شیعہ محدثین جیسے اعمش، نعمان بن ثابت، شعبہ بن حجاج، عبدالرزاق، عبیداللہ بن موسی اور عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کا ذکر کیا ہے جو علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی

اللہ عنہ پر مقدم کرتے تھے۔

التہذیب (۳۳/۹) میں ابن ابی حاتم کے ترجمہ میں ہے: مسلمہ نے "الصلۃ" میں کہا ہے کہ ابن ابی حاتم ثقہ تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ غالی درجے کے شیعہ تھے۔ حافظ ابن حجر "التہذیب" (۳۴/۹) میں کہتے ہیں کہ شاید وہ تشیع اپنے والد ابو حاتم سے اخذ کرتے تھے۔ اس کی مزید تائید "معجم البلدان" (۱۲۱/۳) کی اس عبارت سے ہوتی ہے: "ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی اہل سنت والجماعۃ میں سے تھے لیکن ان پر احمد بن حسن ماردانی کا غلبہ ہوگیا، انھوں نے تشیع کا اظہار کیا، شیعہ کی تکریم کی، لوگوں نے اس موضوع پر کتابیں لکھ کر ان کا تقرب حاصل کیا، پھر انھوں نے بھی اہل بیت وغیرہ کے فضائل میں کتابیں تصنیف کیں۔

علی علیہ السلام کے فضائل میں جزء حدیث تصنیف کرنا:

بعض رجال حدیث پر تشیع کا الزام اس لیے بھی لگایا گیا کیوں کہ انھوں نے علی علیہ السلام کے فضائل میں جزء حدیث تصنیف کی جیسا کہ امام مجتہد مصنف ابو جعفر محمد بن جریر طبری کے ساتھ ہوا۔ جب انھوں نے غدیر خم کی متواتر اور حدیث طیر پر جزء حدیث تصنیف کی تو بعض لوگوں نے ان کے اندر تشیع پائے جانے سے متعلق گفتگو کی بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ وہ روافض کے لیے احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر "اللسان" میں لکھتے ہیں: "ابن جریر پر تشیع کا الزام ہے کیوں کہ انھوں نے حدیث طیر کو صحیح قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جہالت اور ناصبیت میں کچھ لوگ طاق ہوتے ہیں۔ حدیث غدیر خم متواتر حدیث ہے۔ طبری رحمہ اللہ تو وہ آدمی ہیں جنھوں نے کہا ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل ہو کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما امام ہدایت نہیں ہیں، اسے قتل کر دیا جائے۔ ملاحظہ ہو: النبلاء (۲۶۷/۱۴) لسان المیزان (۵رت ۷۱۹۰)

علی علیہ السلام سے قربت اوران سے محبت:

بعض رجال حدیث پر تشیع کا الزام اس لیے بھی لگایا گیا کیوں کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے قربت رکھتے تھے اوران سے محبت کرتے تھے خواہ وہ صحابہ کرام ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً یہ ابوطفیل عامر بن واثلہ لیثی رضی اللہ عنہ ہیں جن کی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔ یہ اللہ کے رسول کے آخری صحابی ہیں۔ یہ ان حضرات میں سے تھے جو علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل قرار دیتے تھے۔ علی کے ساتھ اوران کے آل بیت کے ساتھ انھوں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ اسی لیے ان کو تشیع کی طرف منسوب کردیا گیا ہے۔ سب سے زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ ابن عدی نے ''الکامل فی ضعفاء الرجال'' (۱۷۴۱/۵) میں ان کو ضعفا میں شمار کرلیا ہے جب کہ خود اس بات کے بھی معترف ہیں کہ وہ صحابی ہیں۔ ابن مدینی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جریر بن عبدالحمید سے سنا، ان سے سوال کیا گیا کہ کیا مغیرہ ان راویوں پر نکیر کرتے تھے جو ابوالطفیل سے روایت کرتے تھے؟ ان کا جواب تھا کہ ہاں۔

میں کہتا ہوں کہ مغیرہ سے مراد یہاں مغیرہ بن مقسم ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کے اندر ناصبیت تھی، اس کے جیسا آدمی علی کرم اللہ وجہہ کے اصحاب سے روایت کرنے میں حرج محسوس کرتا تھا خواہ وہ کوئی صحابی رسول ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی صورت میں جرح کا مستحق وہ خود قرار پاتا ہے۔

اس کے بعد ابن عدی لکھتے ہیں: علی بن ابی طالب سے تعلق رکھنے کی وجہ سے خوارج عامر بن واثلہ کی مذمت کیا کرتے تھے اوران کے ان اقوال کی بھی مذمت کرتے تھے جو وہ علی اوران کے اہل بیت کے فضائل میں کہا کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ ان میں سے کوئی ایک بات بھی متہم کیے جانے کی وجہ نہیں بن سکتی، ان باتوں پر متہم کرنے کا مطلب دین میں متہم کرنا ہے۔

یہ دس اسباب ہوئے جن کی بنا پر رجال حدیث پر تشیع کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ یہ محض تنبیہ کی غرض سے تحریر کیے گئے ہیں، حصر اور احاطہ مقصود نہیں ہے۔

تکملہ فصل اول

قال ابن حجر العسقلانی فی تہذیب التہذیب:"توثیقھم الناصبی غالبا، وتوھینھم الشیعة مطلقا،

حافظ ابن حجر نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل اکثر حالات میں ناصبیوں کی توثیق کرتے ہیں اور مطلق طور پر شیعوں کی توہین کرتے ہیں (یہاں مُراد ان کی مرویات کو رد کرنا ہے)۔

اس کی تاویل میں پہلے ابن حجر کا کلام نقل کرتے ہیں۔

ابن حجر عسقلانی ''تہذیب التہذیب''میں لکھتے ہیں:

''مجھے پہلے یہ اشکال تھا کہ ائمہ جرح وتعدیل کیوں کر اکثر حالات میں ناصبیوں کی توثیق کرتے ہیں اور مطلق طور پر شیعوں کی توہین کرتے ہیں خاص طور پر اس وجہ سے بھی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ حدیث منقول ہے کہ ان سے صرف ایک مومن ہی محبت کرتا ہے جب کہ ایک منافق ہی کو ان سے نفرت ہوتی ہے۔ بعد میں اس اشکال کا جواب میری سمجھ میں آیا جس کی تفصیل یہ ہے:

یہاں نفرت ایک سبب سے مقید ہے اور وہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کیوں کہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ وہ اس سے نفرت کرتی ہے جس سے اسے تکلیف ہوتی ہے جب کہ محبت کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس کا تعلق عام طور پر دنیا کے معاملات سے ہوتا ہے۔ نیکی اور بھلائی جب علی میں ہے لیکن ان سے نفرت کا تعلق عموم سے نہیں ہے۔ کیوں کہ علی سے محبت ان حضرات نے بھی کی ہے جو ان کی محبت میں اس درجہ غلو کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں انھوں نے دعوی کیا ہے کہ وہ نبی ہیں یا اللہ ہیں۔ اللہ کی ذات ایسے لوگوں کی افترا پردازیوں سے کہیں بلند و برتر ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس سلسلے میں جو کچھ منقول ہے، اسی طرح کی بات انصار کے تعلق سے بھی منقول ہے۔ علماء نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ان سے نفرت ان کی نصرت کی وجہ سے ہے جو نفاق کی علامت ہے اور اس کے برعکس ہے۔ اسی طرح کی بات علی کے بارے میں بھی کہی جاتی ہے۔ مزید یہ کہ اکثر ناصبی راست گوئی اور دین داری میں مشہور ہیں۔ جب کہ جو رافضیت کی صفت سے متصف ہیں، ان کی اکثریت جھوٹی اور روایات میں غیر ذمہ دار ہے۔ اس بارے میں اصل بات یہ ہے کہ ناصبیوں کا عقیدہ ہے کہ علی نے عثمان کو قتل کرایا یا ان کے قتل میں مدد دی، اس لیے علی سے ان کی نفرت ان کے خیال کے مطابق دین کی وجہ سے ہے۔ پھر مزید یہ ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگوں کے اقارب علی کی جنگوں میں مارے گئے تھے۔“

یہ دلیل اتنی لچر ہے کے کوئی بھی صاحبِ عقل وفہم اس کو تسلیم نہیں کرے گا۔

اس کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) حافظ ابن حجر نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی بالکل غلط تاویل کری ہے ارشادِ مبارک بالکل صاف ہے کے علی کا محبّ مومن ہے اور آپ کا دُشمن مُنافق ہے۔

(۲) جب یہ طے ہوگیا کے بُغضِ علیؓ نفاق ہے تو ذرا دیکھ لیں کے قرآن منافقین کے بارے میں کیا کہتا ہے: سورہ مُنافقون آیت (۱)۔ ”وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ“ ”اللہ گواہی دیتا ہے کے منافق جھوٹے ہیں اور حافظ صاحب فرماتے ہیں کے نواصب راست گوئی اور دین داری میں مشہور ہیں۔ یہ کونسی دین داری ہے کے جنکی محبت عین دین اور مطلوب شرعی ہے اس سے بُغض رکھا جائے اور صداقت کا عالم یہ ہے کہ ”حریز بن عثمان“ کے حالات میں خود حافظ ابن حجر نے لکھا ہے وہ کہتا تھا کے یہ حدیث جو متواتر اور متفق علیہ ہے کے ”اے علی تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو موسیٰ کو ہارون سے تھی“ یہ اصل میں اس طرح ہے ”اے علی تمہیں مجھ سے وہی

نسبت ہے جو موسیٰ کو قارون تھی“ (نعوذ باللہ)۔ کیا یہی صداقت اور راست گوئی ہے۔

(۳) ابن حجر کے نزدیک نواصب اپنی دُشمنی علی میں حق بجانب ہیں (معاذ اللہ) کیوں کے وہ یہ تاویل کرتے ہیں کے سیدنا علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو قتل کرایا اور سیدنا علیؓ نے غزوات میں ان کے اقربا کو واصلِ جہنم کیا۔ اگر یہ دلیل مان لی جائے تو بات بہت دور تک جائے گی۔ پھر تو کفار بھی اپنے بغض پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حق بجانب مانے جائیں گے کیوں کے ان کے رشتے دار جتنے بھی غزوات میں قتل ہوئے اس کی اصل وجہ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ اور اسلام ہے تو کیا اس دلیل سے مشرکین مکہ کا اللہ کے نبی سے نفرت کرنا حق بجانب ہوگا (معاذ اللہ) پھر تو ہندہ بھی قتلِ حمزہؓ اور ان کا کلیجہ چبانے میں مغفور ٹھہرے گی کیوں کے حضرت حمزہ نے اس کے باپ اور بھائیوں کو قتل کیا تھا۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اس سوچ سے جو قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے۔

(۴) ایک اور بات واضح کردوں کے شیعہ کا لفظ متاخرین کے یہاں اثنا عشری حضرات کے لئے نہیں استعمال ہوتا تھا بلکہ شیعہ سیدنا علی کے محبین وہ حضرات جو خلافت میں آپ کے حامی تھے اور جن حضرات نے آپ کے زمانہ خلافت میں آپ کی طرف سے جنگوں میں حصہ لیا وہ سب شیعانِ علی کہلاتے تھے اور اس میں بڑے بڑے کبار صحابہ اور تابعین شامل ہیں جیسے حضرت عمار ابن یاسر، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوذر غفاری اور تابعین میں سے سیدنا اویس قرنی جو جنگِ صفین میں حضرت علی کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تو ابنِ حجر کے اصول کے حساب سے تو ان سب کی توہین جائز ہے اور ان کی مرویات قابلِ رد ہیں (نعوذ باللہ) اے اللہ ہمیں حق کو حق رکھ اور اس پر چلنے کی توفیق دے اور باطل کو باطل رکھ اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

فصل دوم

حافظ ابن حجر کی کتاب ''تہذیب التہذیب'' کے بعض راویان حدث کا تذکرہ

۳۳۸. أزهر بن عبدالله بن جميع الحرازى الحمصى ،ويقال؛هو أزهر بن سعيد(د ت س).

روى عن:تميم الدارى مرسلاً،وعن عبدالله بن بسر،وأبى عامر بن الهوزنى،والنعمان بن بشير وغيرهم.

روى عنه:صفوان بن عمرو،وعمرو بن جعشم،والخليل بن مرة.

قال البخارى؛أزهر بن عبدالله،وأزهر بن سعيد،وأزهر بن يزيد واحد،نسبوه مرة مرادى،ومرة هوزنى ومرة حرازى.

قلت:فهذا قول امام أهل الأثر أن أزهر بن سعيد هو:أزهر بن عبدالله،ووافقه جماعة على ذلك..وأما شرح حال أزهر فلم يذكر المزى شيئاً منه فى ترجمتين،وقد قال ابن الجارود فى كتاب الضعفاء: كان يسب علياً.وقال أبوداؤد:انى لأبغض أزهر الحرازى ثم ساق باسناده الى أزهر قال: كنت فى الخيل الذين سبوا أنس بن مالك فأتينابه الحجاج.وذكر ابن الجوزى عن الأزدى قال: يتكلمون فيه.قلت:لم يتكلموا الا فى مذهبه وقد و ثقه العجلى.وفرق ابن حبان فى الثقات بين أزهر بن سعيد وأزهر بن عبدالله ثم ذكر

أزهر بن عبدالله الراوى عن تميم،وعنه الخليل بن مرة وقال: ان لم يكن هوالحرازى فلاأدرى من هو،ثم ذكر أزهر بن عبدالله قال: كنت فى الخيل الذين سبوا أنساً،وأخرج ذلك بسنده من طريق عبدالله بن سالم الأشعرى عنه فجعل الواحد أربعة.والله الموفق.(تهذيب التهذيب ۱/۲۲۳،ت ۳۳۸)

''ازہر بن عبداللہ بن جمیع حرازی حمصی ،ان کو ازہر بن سعید کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ان کی احادیث ابوداؤد،ترمذی اور نسائی نے نقل کی ہیں۔وہ تمیم داری سے مرسلاً،عبداللہ بن بسر،ابوعامر بن ہوزنی،نعمان بن بشیر وغیرہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔جب کہ ان سے صفوان بن عمرو،عمرو بن جعشم اور خلیل بن مرہ احادیث بیان کرتے ہیں۔امام بخاری فرماتے ہیں: أزہر بن عبداللہ،أزہر بن سعید اور أزہر بن یزید تینوں ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ان کی نسبت کبھی مرادی،کبھی ہوزنی اور کبھی حرازی لکھی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ قول محدثین کے امام کا ہے کہ ازہر بن سعید ہی ازہر بن عبداللہ ہے۔ایک جماعت اس سلسلے میں امام بخاری کی ہم نوا ہے۔رہا مسئلہ ازہر کے حالات کا تو امام مزی نے دونوں ترجموں میں کچھ ذکر نہیں کیا ہے۔**ابن جارود کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا تھا۔**ابوداؤد کہتے ہیں کہ مجھے ازہر حرازی سے نفرت ہے۔اس کے بعد انھوں نے اپنی سند سے ازہر کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں ان شہسواروں میں شامل تھا جنھوں نے انس بن مالک کو قید کیا تھا اوران کو حجاج کے پاس لائے تھے۔ابن جوزی نے ازدی سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے ازہر پر کلام کیا ہے۔میں کہتا ہوں کہ ازہر پر لوگوں نے صرف اس کے عقیدے کو لے کر کلام کیا ہے۔عجلی نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ابن حبان نے ''الثقات'' میں ازہر بن سعید اور ازہر بن عبداللہ کے درمیان فرق کیا ہے۔اس کے بعد ازہر بن عبداللہ کا ذکر کیا ہے جو تمیم سے روایت کرتے ہیں اوران سے خلیل بن مرہ روایت کرتے ہیں اور یہ کہا ہے

کہ اگر یہ حرازی نہیں ہے تو مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون سا راوی ہے۔ اس کے بعد از ہر بن عبداللہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں ان شہسواروں میں شامل تھا جنھوں نے انس کو قید کیا تھا۔ اس روایت کو ابن حبان نے اپنی سند سے عبداللہ بن سالم اشعری کے طریق سے نقل کیا ہے۔ اس طرح انھوں نے ایک ہی شخص کو چار آدمی بنا دیا ہے۔ توفیق دینے والا اللہ ہی ہے۔"

۳۸۷. اسحاق بن سوید بن هبیرة العدوی التمیمی البصری (خ م د س)

روی عن: ابن عمر، وابن الزبیر، وعبدالرحمن بن أبی بکر، والعلاء بن زیاد العدوی، ومعاذة صاحبة عائشة وغیرهم.

وعنه: شعبة، والحمادان، وابن علیة، ومتعمر بن سلیمان، وعروة الاعرابی وعلی بن عاصم، وجماعة.

قال احمد، والنسائی: ثقة.

وقال ابن سعد: کان ثقة ان شاء الله.

وقال ابو حاتم: صالح الحدیث، وتوفی فی الطاعون فی اول خلافة ابی العباس سنة (۱۳۱)

روی له البخاری مقرونا.

قلت: هو حدیث واحد فی الصوم، وکان اسحاق فاضلا، له شعر. وذکره العجلی فقال: ثقة، وکان یحمل علی علی. وذکره ابن حبان فی "الثقات". وقال ابو العرب الصقلی فی الضعفاء: کان یحمل علی علی تحاملا شدیدا، وقال: لا احب علیا. ولیس بکثیر الحدیث، ومن لم یحب الصحابة فلیس بثقة ولا کرامة.

"اسحاق بن سوید بن ہبیرہ عدوی تمیمی بصری۔ ان کی روایات بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں ہیں۔ یہ ابن عمر، ابن زبیر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، علاء بن زیاد عدوی، عائشہ کی خادمہ معاذہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب کہ شعبہ، دونوں

حماد، ابن علیہ، معتمر بن سلیمان، عروہ اعرابی، علی بن عاصم اور راویان حدیث کی ایک جماعت نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ احمد کہتے ہیں: شیخ ثقہ تھے، ابن معین اور نسائی کہتے ہیں: ثقہ تھے، ابن سعد کہتے ہیں: ان شاء اللہ وہ ثقہ تھے۔ ابوحاتم کہتے ہیں: صالح الحدیث تھے۔ ابوالعباس کے دور خلافت میں ۱۳۱ ہجری میں طاعون کی بیماری میں وفات پائی۔ امام بخاری نے ان سے مقرونا روایت بیان کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری مین کتاب الصوم میں ان سے یہ روایت منقول ہے۔ اسحاق صاحب فضیلت تھے۔ وہ اشعار بھی کہتے تھے۔ عجلی نے ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ثقہ تھے اور علی پر غصہ ظاہر کرتے تھے۔ ابن حبان نے ان کا ذکر "الثقات" میں کیا ہے۔ ابوعرب صقلی "الضعفاء" میں لکھتے ہیں کہ وہ علی پر شدید حملہ کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ میں علی کو پسند نہیں کرتا۔ انھوں نے بہت زیادہ احادیث بیان نہیں کی ہیں، جو صحابہ سے محبت نہیں کرتا وہ ثقہ کیوں کر ہو سکتا ہے اور کوئی شرافت اور بزرگی اس کے اندر کیوں کر آسکتی ہے۔"

۱۲۳۸. حریز بن عثمان بن جبر بن ابی احمر بن اسعد الرحبی المشرقی، ابو عثمان، ویقال: ابو عون الحمصی ورحبة فی حمیر، قدم بغداد زمن المهدی (خ ۴)

وقال معاذ بن معاذ: حدثنا حریز بن عثمان ولا اعلم انی رایت بالشام احدا افضله علیه.

وقال الاجری عن ابی داود: شیوخ حریز کلهم ثقات، قال: وسالت احمد بن حنبل عنه، فقال: ثقة، وقال ایضا: لیس بالشام اثبت من حریز الا ان یکون بحیر، وقال ایضا عن احمد، وذکر له حریز، وابو بکر بن ابی مریم، وصفوان فقال: لیس فیهم مثل حریز، لیس اثبت منه، ولم یکن یری القدر.

وقال ابراهیم بن الجنید عن بن معین: حریز، وعبدالرحمن

بن يزيد بن جابر، وابن ابى مريم هولاء ثقات.

وقال ابن المدينى : لم يزل من ادركناه من اصحابنا يوثقونه.

وقال دحيم: حمصى، جيد الاسناد، صحيح الحديث، وقالايضاً: ثقة.

وقال المفضل بن غسان: ثبت.

وقال البخارى : قال ابو اليمان : كان حريز يتناول رجلا ثم ترك.

وقال احمد بن ابى يحى عن احمد : حريز صحيح الحديث، الا انه يحمل على على.

وقال المفضل بن غسان : يقال فى حريز مع تثبته انه كان سفيانيا.

وقال العجلى : شامى ثقة، وكان يحمل على على.

وقال عمرو بن على : كان ينتقص عليا وينال منه، وكان حافظا لحديثه، وقال فى موضع آخر: ثبت شديد التحامل على على.

وقال ابن عمار : يتهمونه انه كان ينتقص عليا، ويروون عنه، ويحتجون به ولا يتركونه.

وقال ابو حاتم : حسن الحديث، ولم يصح عندى ما يقال فى رأيه، ولا اعلم بالشام اثبت منه وهو ثقة متقن.

وقال احمد بن سليمان الرهاوى : سمعت يزيد بن هارون يقول : وقيل له: كان حريز يقول : لا احب عليا قتل آبائى، فقال : لم اسمع هذا منه، كان يقول : لنا امامنا ولكم امامكم.

وقال الحسن بن على الخلال عن يزيد نحو ذلك، وزاد: سالته ان لا يذكر لى شيئا من هذا مخافة ان يضيق على الرواية عنه.

وقال الحسن بن على الخلال: سمعت عمران بن اياس سمعت حريز بن عثمان يقول: لا احبه قتل ابآئى. يعنى عليا.

وقال احمد بن سعيد الدارمى عن احمد بن سليمان

المروزى: سمعت اسماعيل بن عياش قال: عادلت حريز بن عثمان من مصر الى مكة فجعل يسب عليا ويلعنه.

وقال الضحاك بن عبدالوهاب : وهو متروك متهم.

حدثنا اسماعيل بن عياش سمعت حريز بن عثمان يقول: هذا الذى يرويه الناس عن النبى ﷺ انه قال لعلى: "انت منى بمنزلة هارون من موسى" حق، ولكن اخطا السامع، قلت: فما هو؟ فقال : انما هو "انت منى بمنزلة قارون من موسى" قلت : عمن تروية؟ قال: سمعت الوليد بن عبدالملك يقوله وهو على المنبر، وقد روى من غير وجه ان رجلا راى يزيد بن هارون فى النوم فقال له: ما فعل الله بك، قال: غفر لى ورحمنى وعاتبنى قال لى: يا يزيد كتبت عن حريز بن عثمان ؟ فقلت : يا رب ما علمت الا خيرا، قال : انه كان يبغض عليا.

وقل العقيلى : ثنا محمد بن اسماعيل، ثنا الحسن بن على الحلوانى حدثنى شبابة سمعت حريز بن عثمان قال له رجل : يا ابا عثمان بلغنى انك لا تترحم على على فقال له: اسكت ما انت وهذا، لم التفت الى فقال: رحمه الله مائة مرة.

وقال ابن عدى : وحريز من الاثبات فى الشاميين، ويحدث عن الثقات منهم، وقد وثقه القطان وغيره، وانما وضع منه ببغضه لعلى.

قال يزيد بن عبدا ربه: مولده سنة (٨٠) ومات سنة (١٦٣)

وقال محمد بن مصفى : مات سنة (٢)، وقال غيره: سنة (٨) والاول اصح.

له عند البخارى حديثان فقط.

وذكر اللالكائى ان مسلما روى له وذلك وهم منه.

قلت: وحكى الازدى فى الضعفاء ان حريز بن عثمان روى

ان النبی ﷺ لما اراد ان یرکب بغلته جاء علی بن ابی طالب فحل حزام البغلة لیقع النبی ﷺ . قال الازدی : من کانت هذه حاله لا یروی عنه.

قلت : لعله سمع هذه القصة ایضا من الولید . وقال ابن عدی: قال یحی بن صالح الوحاظی: املی علی حریز بن عثمان عن عبدالرحمن بن میثرة عن النبی ﷺ حدیثا فی تنقیص علی بن ابی طالب لا یصلح ذکره حدیث معقل منکر جدا لا یروی مثله من یتق الله . قال الوحاظی : فلما حدثنی بذلک قمت عنه وترکته. وقال غنجار: قیل لیحی بن صالح : لم لم تکتب عن حریز ؟ فقال : کیف اکتب عن رجل صلیت معه الفجر سبع سنین فکان لا یخرج من المسجد حتی یلعن علیا سبعین مرة.

وقال ابن حبان : کان علیا بالغداة سبعین مرة وبالعشی سبعین مرة ، فقیل له فی ذلک ، فقال : هو القاطع رووس آبائی واجدادی ، وکان داعیة الی مذهبه یتنکب حدیثه انتهی. وانما اخرج له البکاری لقول ابی الیمان انه رجع عن النصب کما مضی نقل ذلک عنه .والله اعلم.

"حریز بن عثمان بن جبر بن ابی احمر بن اسعد رحبی مشرقی، ابوعثمان، ان کو ابوعون حمصی بھی کہا جاتا ہے اور رحبہ حمیر میں ہے۔ مہدی کے دور خلافت میں بغداد آئے۔ ان سے بخاری، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حدیث نقل کی ہے۔

معاذ بن معاذ کہتے ہیں کہ ہم سے حریز بن عثمان نے حدیث بیان کی اور مجھے نہیں معلوم کہ میں نے شام میں ان سے افضل کسی کو دیکھا ہو۔

آجری امام ابوداؤد سے نقل کرتے ہیں کہ حریز کے تمام اساتذہ ثقہ ہیں۔ مزید لکھتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے ان کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا

کہ وہ ثقہ ہے ثقہ ہے۔ یہ بھی کہا کہ شام میں حریز سے زیادہ اثبت کوئی نہیں۔ احمد کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جب ان کے سامنے ابوبکر ابن ابی مریم اور صفوان کا ذکر ہوا تو کہنے لگے کہ ان میں سے کوئی بھی حریز جیسا نہیں ہے اور نہ اس سے زیادہ ثابت ہے۔ حریز تقدیر کا قائل نہیں تھا۔

ابراہیم بن جنید ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حریز، عبدالرحمن بن یزید بن جابر اور ابن أبی مریم، یہ سب ثقہ ہیں۔

ابن مدینی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے جن اساتذہ کو پایا ہے، سب حریز کی توثیق کرتے تھے۔

دحیم کہتے ہیں کہ حمصی جید الاسناد اور صحیح الحدیث ہے۔ یہ بھی کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ مفضل بن غسان اس کو ثبت کہتے ہیں۔

بخاری نے کہا کہ ابوالیمان کہتے تھے کہ حریز ایک آدمی سے حاصل کرتا تھا پھر اسے چھوڑ دیا۔

احمد بن ابی یحی نے احمد کے حوالے سے کہا کہ حریز صحیح الحدیث تھا لیکن علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کرتا تھا۔

مفضل بن غسان کہتے ہیں کہ حریز تثبت کے باوجود سفیانی تھا۔

عجلی کہتے ہیں کہ وہ شامی ثقہ ہے لیکن علی پر حملہ کرتا تھا۔

عمرو بن علی کہتے ہیں کہ وہ علی کی تنقیص کرتا تھا اور ان پر نکتہ چینی کرتا تھا، وہ حدیث کا حافظ تھا۔ ایک دوسری جگہ عمرو بن علی لکھتے ہیں کہ حریز ثبت تھا لیکن علی پر شدید حملہ کرتا تھا۔

ابن عمار کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس پر یہ تہمت لگائی ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتا تھا، لوگ اس سے حدیث روایت کرتے ہیں، اس سے حجت لیتے ہیں اور اسے متروک قرار نہیں دیتے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ حریز حسن الحدیث تھا۔ اس کی رائے کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ میرے نزدیک درست نہیں ہے، شام میں اس سے زیادہ اثبت راوی مجھے نہیں ملا، وہ ثقہ متقن ہے۔

احمد بن سلیمان رہاوی کہتے ہیں کہ میں یزید بن ہارون کو یہ کہتے سنا کہ ان سے جب یہ پوچھا گیا کہ حریز کہا کرتا تھا کہ میں علی کو پسند نہیں کرتا کیوں کہ انھوں نے میرے اجداد کو قتل کیا ہے۔ یہ سن کر انھوں نے جواب دیا کہ میں نے حریز کی زبان سے یہ بات نہیں سنی۔ وہ یہ کہتا تھا کہ ہمارے لیے ہمارے امام ہیں اور تمھارے لیے تمھارے امام۔

حسن بن علی خلال نے بھی یزید کے حوالے سے یہی بات نقل کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ حریز کے بارے میں اس قسم کی باتوں کا ذکر مجھ سے نہ کریں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی احادیث لینے سے میرے دل میں تنگی ہونے لگے۔

حسن بن علی خلال کہتے ہیں کہ میں نے عمران بن ایاس سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے حریز بن عثمان کو کہتے سنا کہ میں علی سے محبت نہیں رکھتا کیوں کہ انھوں نے میرے آبا و اجداد کا قتل کیا تھا۔

احمد بن سعید دارمی، احمد بن سلیمان مروزی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسماعیل بن عیاش کو یہ کہتے سنا کہ میں مصر سے مکہ تھا ایک سفر میں حریز بن عثمان کے ساتھ تھا، وہ علی کو گالیاں دیتا تھا اور ان پر لعنت بھیجتا تھا۔

ضحاک بن عبدالوہاب۔۔۔۔ اور یہ ایک متہم متروک راوی ہے۔۔۔ کہتا ہے کہ ہم سے اسماعیل بن عیاش نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حریز بن عثمان کو یہ کہتے سنا کہ **لوگ یہ حدیث جو بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے علی سے کہا کہ میری نظر میں تمھارا وہی مقام ہے جو موسی علیہ السلام کی نظر میں ہارون کا تھا، یہ حدیث صحیح نہیں ہے،** سننے والے نے غلطی کی ہے۔ میں نے کہا: پھر صحیح حدیث کیا

ہے؟ اس نے کہا: **اے علی میری نظر میں تمھارا وہی مقام ہے جو قارون کا موسی کی نظر میں تھا۔** میں نے کہا کہ یہ کس سے روایت کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں نے ولید بن عبدالملک کو منبر پر یہ کہتے سنا ہے۔ کئی ایک سندوں سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص نے یزید بن ہارون کو خواب میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جواب دیا کہ اس نے میری مغفرت کر دی، رحم فرمایا اور عتاب نازل کرتے ہوئے پوچھا: اے یزید! تو نے حریز بن عثمان سے حدیث لکھی ہے؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اس کے بارے میں صرف خیر کا علم ہے۔ اللہ نے فرمایا: وہ علی سے بغض رکھتا ہے۔

عقیلی کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا حسین بن علی حلوانی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا شبابہ نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حریز بن عثمان سے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم علی پر دعائے رحمت نہیں کرتے۔ اس نے کہا: خاموش، یہ کیا بات ہوئی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہا: اللہ علی پر سو بار رحمت نازل کرے۔

ابن عدی کہتے ہیں کہ حریز شامی راویان حدیث میں اثبات میں شمار ہوتے ہیں، وہاں کے ثقات سے روایت کرتے ہیں قطان وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے، چونکہ وہ علی سے بغض رکھتا تھا اس لیے اس کی جانب بہت سے جعلی روایات منسوب کر دی گئی ہیں۔ یزید بن عبدربہ کہتے ہیں کہ حریز ٨٠ ہجری میں پیدا ہوا اور ١٦٣ ہجری میں اس کا انتقال ہوا۔ محمد بن مصفی نے اس کی وفات ١٦٢ ہجری اور بعض دوسرے حضرات نے ١٦٨ ہجری بیان کی ہے لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے۔ بخاری میں اس کی صرف دو روایات ہیں۔ لالکائی نے ذکر کیا ہے کہ اس سے امام مسلم نے حدیث روایت کی ہے لیکن یہ ان کا وہم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ازدی نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے کہ حریز بن عثمان نے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب اپنے خچر پر سوار ہونا چاہا تو علی نے

آ کر خچر کی لگام کھول دی تا کہ نبی ﷺ گر جائیں۔ ازدی نے کہا کہ جس انسان کا یہ حال ہے، اس سے روایت نہیں بیان کی جاسکتی۔

میں کہتا ہوں کہ شاید یہ قصہ بھی اس نے ولید سے سنا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ یحیی بن صالح وحاظی نے بتایا کہ مجھے حریز بن عثمان نے عبدالرحمٰن بن میسرہ کے واسطے سے نبی ﷺ سے منسوب کر کے تنقیص علی میں ایسی حدیث املا کرائی جس کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔ معقل کی حدیث منکر ہے، اس کو کوئی ایسا شخص نہیں بیان کرسکتا جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو۔ وحاظی کہتے ہیں کہ جب اس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تو میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور اسے چھوڑ دیا۔ غنجار کہتے ہیں کہ یحییٰ بن صالح سے پوچھا گیا کہ آپ حریز کی احادیث کیوں نہیں لکھتے؟ انھوں نے جواب دیا: میں اس آدمی سے احادیث کیوں کر لکھ سکتا ہوں جس کے ساتھ میں نے سات سال تک فجر کی نماز پڑھی ہے، وہ جب بھی مسجد سے نکلتا تھا علی پر ستر بار لعنت کرتا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ علی پر صبح کے وقت ستر بار اور شام کے وقت ستر بار لعنت بھیجتا تھا۔ جب اس بابت اس سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ علی اس کے آباواجداد کے قاتل ہیں۔ وہ اپنے مذہب کا داعی تھا، اس کی حدیث سے اجتناب کیا جاتا تھا۔ بخاری نے اس کی حدیث کی تخریج ابوالیمان کے قول کی وجہ سے قبول کی ہے کہ اس نے ناصبیت سے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ ان سے یہ نقل ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۴۴۶. حصین بن نمیر الواسطی، ابو محصن الضریر (خ د ت س) مولی الهمدان، کوفی الاصل.

روی عن: حصین بن عبدالرحمن السلمی، وحسین بن قیس الرحبی، والثوری، ومحمد بن جنادة، ومحمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی، وغیرهم.

وعنه: ابن اخیه عبدالله بن حماد، وبهزبن اسد. وعلی بن

المدینی، والحسن بن قزعة، وحمید بنمسعدة، ومسدد، والحسین بن محمد الدراع، وعدة.

قال ابن معین: صالح.

وقال العجلی، وابو زرعة: ثقة.

وقال ابو حاتم: صالح لیس به باس.

قلت: وذکره ابن حبان فی "الثقات" وقال: یروی عن حمید الطویل، وحضین بن عبدالرحمن، روی عنه: مسدد. وقال ابن ابی خیثمة: قلت لابی: لم لا تکتب عن ابی محصن؟ قال: اتیته فاذا هو یحمل علی فلم اعد الیه. وقال الحاکم ابو احمد: لیس بالقوی عندهم.

"حصین بن نمیر الواسطی، ابومحصن الضریر (اس کی احادیث بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں موجود ہیں۔) ہمدان کا غلام اور اصلاً کوفی تھا۔

اس نے حصین بن عبدالرحمٰن السلمی، حسین بن قیس الرحبی، الثوری، محمد بن جنادة، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی، وغیرہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

اس سے احادیث روایت کرنے والوں میں اس کے بھتیجے عبداللہ بن حماد، بھز بن اسد، علی بن المدینی، الحسن بن قزعة، حمید بن مسعدة، مسدد، الحسین بن محمد الدراع اور بعض دوسرے حضرات کا شمار ہوتا ہے۔

ابن معین نے اسے صالح، عجلی اور ابوزرعہ نے ثقہ بتایا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ صالح تھا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ وہ حمید طویل، حضین بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتا ہے اور اس سے مسدد نے حدیث بیان کی ہے۔ ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ ابومحصن سے حدیث کیوں نہیں لکھتے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ علی پر حملے کرتا ہے تو میں دوبارہ اس کے پاس نہیں گیا۔

ابواحمد حاکم بیان کرتے ہیں کہ وہ محدثین کی نظر میں قوی نہیں ہے۔"

۱۷۰۰. خالد بن سلمة بن العاص بن هشام بن المغيرة المخزومی، ابو سلمة، ويقال: ابو المقسم المعروف بالفافا الكوفی، اصله حجازی (بخ م ۴)

روی عن: عبدالله البهی، وعيسى وموسى ابنی طلحة بن عبيدالله، ووسعيد بن المسيب، وابی بردة بن ابی موسى، والشعبی، وغيرهم.

وعنه: اولاده: عكرمة ومحمد، وعبدالرحمن، والسفيانان، وشعبة، ومسعر، وزائدة، وزكرياء بن ابی زائدة، وابنه يحی بن زكرياء، وحماد بن زيد، وغيرهم.

وحدث عنه عمرو بن دينار، ويحی بن سعيد الانصاری، وهما اكبر منه.

قال البخاری عن ابن المدينی: له نحو عشرة احاديث.

وقال احمد، وابن معين، وابن المدينی: ثقة.

وكذا قال ابن عمار، ويعقوب بن شيبة، والنسائی.

وقال ابو هاتم: شيخ، يكتب حديثه.

وقال ابن عدی: هو فی عداد من يجمع حديثه، ولا ارى بروايه باسا.

وذكره ابن حبان فی "الثقات".

وقال ابن سعد: هرب من الكوفة الى واسط لما ظهرت دعوة بنی العباس، فقتل مع ابن هبيرة.

وقال محمد بن حميد عن جرير: كان الفافا راسا فی المرجئة، وكان يبغض عليا.

وقال يعقوب بن شيبة: يقال ان بعض الخلفاء قطع لسانه ثم قتله.

ذكره علی بن المدينی يوما فقال: قتل مظلوما.

وقال ابو داود عن الحسن بن علی الخلال: سمعت يزيد بن هارون، يقول: دخلت المسودة واسط سنة (۱۳۲) فنادى مناديهم بواسط: الناس امنون الا ثلاثة العوام بن حوشب، وعمر بن ذر، وخالد بن سلمة المخزومی، فاما خالد فقتل، واما العوام فهرب وكان يحرض على قتالهم، وكان عمر بن ذر يقص بهم ويحرض على قتالهم عندنا بواسط.

له عند مسلم حديث واحد.

قلت: وقع فی صحيح البخاری ضمنا حيث قال فی الحيض: وقالت عائشة: كان رسول الله ﷺ يذكر الله على كل احيانه، فان مسلما اخرجه من طريق خالد بن سلمة هذا. وذكر ابن المدينی فی "العلل الكبرى" ان الفافا لم يسمع من عبدالله بن عمر. وذكر ابن عائشة انه كان ينشد بنی مروان الاشعار التی هجی بها المصطفى ﷺ.

"خالد بن سلمة بن عاص بن ہشام بن مغیرة مخزومی، ابوسلمة، اسے ابو مقسم بھی کہا جاتا ہے یہ فافا الکوفی کے نام سے معروف ہے۔ اس کی اصل حجاز سے ہے (اس سے بخاری، مسلم اور سنن اربعہ کے مولفین نے احادیث روایت کی ہیں)

اس نے عبداللہ البہی، وعیسی وموسی ابنی طلحة بن عبیداللہ، ووسعید بن المسیب، وابی بردة بن ابی موسی، والشعبی، وغیرہ سے احادیث بیان کی ہیں۔

اس سے احادیث بیان کرنے والوں میں اس کی اولاد عکرمة، محمد، عبدالرحمٰن، دونوں سفیان، شعبة، ومسعر، زائدة، زکریاء بن ابی زائدة، ان کے بیٹے یحی بن زکریاء، حماد بن زید، اور بعض دوسرے حضرات کے نام ملتے ہیں۔ اس سے عمرو بن دینار، یحی بن سعید الانصاری نے بھی حدیث بیان کی ہے جب کہ وہ دونوں اس سے عمر میں بڑے ہیں۔

امام بخاری، ابن مدینی سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے تقریباً دس احادیث بیان کی ہیں۔

احمد، ابن معین اور ابن مدینی نے اسے ثقہ کہا ہے۔

یہی بات ابن عمار، یعقوب بن شیبہ اور نسائی نے بھی کہی ہے۔

ابوحاتم اسے شیخ کہتے ہیں اور یہ کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی۔

ابن عدی کہتے ہیں کہ اسکا شمار ان راویان حدیث میں ہوتا ہے جن کی احادیث لکھی جاتی ہیں اور میں اس سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ کوفہ سے بھاگ کر واسط چلا گیا تھا۔ یہ بات اس وقت کی ہے جب بنوعباس کو اقتدار حاصل ہو گیا تھا، اسے ابن ہبیرہ کے ساتھ قتل کر دیا گیا تھا۔

محمد بن حمید، جریر سے نقل کرتے ہیں کہ فافا مرجہ فرقے کا سرغنہ تھا اور وہ علی سے بغض رکھتا تھا۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی خلیفہ نے اس کی زبان کاٹ کر اسے قتل کر دیا تھا۔ علی بن مدینی نے ایک دن اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ مظلومانہ قتل کیا گیا تھا۔

ابوداؤد، حسن بن علی خلال سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں یزید بن ہارون کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں سنہ ۱۳۲ ہجری میں واسط پہنچا، وہاں ایک منادی کرنے والے نے منادی کرتے ہوئے کہا: تمام لوگ محفوظ و مامون ہیں سوائے تین کے اور وہ ہیں: عوام بن حوشب، عمر بن ذر اور خالد بن سلمہ مخزومی۔ خالد قتل کر دیا گیا، عوام بھاگ گیا، وہ ان سے قتال کرنے پر ابھارتا تھا، عمر بن ذر ان کے درمیان قصہ گوئی کرتا تھا اور واسط میں ان سے قتال کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔

مسلم میں اس کی ایک حدیث ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری میں اس سے ایک ضمنی حدیث مروی ہے اور وہ بھی حیض کے باب میں۔ حدیث یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

اللہ کا ذکر ہر حال میں کرتے تھے۔ مسلم نے یہ حدیث خالد بن سلمہ کی سند سے ذکر کی ہے۔ **ابن مدینی نے ''علل کبری'' میں ذکر کیا ہے کہ فافا نے عبداللہ بن عمر سے کچھ بھی نہیں سنا ہے، وہ بنومروان کے وہ اشعار پڑھا کرتا تھا جن میں نبی اکرم ﷺ کی ہجو کی گئی ہے۔''**

۲۱۶۲. زیاد بن علاقة بن مالک الثعلبی، ابو مالک الکوفی، ابن اخی قطبة (ع).

وقال ابن معین، والنسائی: ثقة.

وقال ابو حاتم: صدوق الحدیث.

وذکره ابن حبان فی "الثقات".

وقال لیث ابن ابی سلیم: ثنا زیاد رجل قد ادرک ابن مسعود.

قلت: لا یلتئم ان یکون هو مع جزمه بان روایته عن سعد مرسلة لانه عاش بعد ابن مسعود طویلا بل عاش بعد المغیرة مدة. وقال العجلی: کان ثقة، وهو فی عداد الشیوخ. وقال یعقوب بن سفیان: کوفی، ثقة. وقال الصریفینی: توفی سنة خمس وثلاثین ومائة وقد قارب المائة، وقال الازدی: سیء المذهب، کان منحرفا عن اهل بیت النبی ﷺ. ورروایت فی تاریخ الطبری نقلا عن هشام بن الکلبی ان زیادا ادرک الجاهلیة وهذا عندی غلط والله اعلم.

''زیاد بن علاقۃ بن مالک ثعلبی، ابو مالک کوفی، قطبہ کے بھائی کا بیٹا تھا (اس سے کتب ستہ کے محدثین نے روایت لی ہے)۔

ابن معین اور نسائی نے اسے ثقہ کہا ہے، ابوحاتم اس کو صدوق کہتے ہیں، ابن

*اللہ کی پناہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں اشعار پڑھتا تھا اُن کا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہو۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ایسے جنون سے۔

حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ لیث بن سلیم کہتے ہیں کہ ہم سے زیاد نے بیان کیا کہ یہ ایک ایسا شخص تھا جس کی عبداللہ بن مسعود سے ملاقات تھی۔

میں کہتا ہوں کہ لگتا نہیں ہے کہ یہ وہی آدمی ہو جب کہ اس بات کا یقین ہے کہ سعد سے اس کی روایات مرسل ہیں کیوں کہ وہ ابن مسعود کے بعد عرصہ تک زندہ رہا بلکہ مغیرہ کے بعد بھی طویل مدت تک زندہ رہا۔ عجلی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھا، اس کا شمار شیوخ میں ہوتا ہے۔ یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ یہ کوفہ کا باشندہ تھا اور ثقہ تھا۔ صریفینی کہتے ہیں کہ اس کی وفات تقریباً سو سال کی عمر میں ۱۳۵ ہجری میں ہوئی۔ **ازدی کہتے ہیں کہ اس کا مذہب برا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت سے منحرف تھا۔** میں نے تاریخ طبری میں ہشام کلبی سے منقول یہ عبارت دیکھی ہے کہ زیاد نے جاہلیت کا بھی دور دیکھا تھا۔ لیکن میرے نزدیک یہ بات غلط ہے۔ واللہ اعلم۔"

۳۴۲۱. عبدالله بن زيد بن عمرو، ويقال: عامر بن نابل بن مالك بن عبيد بن علقمة بن سعد، ابو قلابة الجرمي البصري، احد الاعلام (ع).

ذكره ابن سعد فى الطبقة الثانية من اهل البصرة، وقال: كان ثقة، كثير الحديث، وكان ديوانه بالشام.

وقال على بن ابى حملة: قلنا لمسلم بن يسار: لو كان بالعراق افضل منك لجاء نا الله به، فقال: كيف لو رايتم ابا قلابة.

وقال مسلم ايضا: لو كان ابو قلابة من العجم لكان موبذ موبذان. يعنى قاضى القضاة.

وقال ابن سيرين: ذاك اخى حقا.

وقال ابن عون: ذكر ايوب لمحمد حديثا عن ابى قلابة، فقال ابو قلابة: ان شاء الله ثقة، رجل صالح، ولكن عمن ذكره ابو قلابة.

وقال ايوب: كان والله من الفقهاء ذوى الالباب، ما ادركت بهذا المصر رجلا كان اعلم بالقضاء من ابى قلابة، ما ادرى ما محمد.

وقال العجلي: بصرى، تابعى ثقة، وكان يحمل على على ولم يرو عنه شيئا، ولم يسمع من ثوبان.

"عبداللہ بن زید بن عمرو۔ اس کو عامر بن نابل بن مالک بن عبید بن علقمہ بن سعد بھی کہا جاتا ہے۔ کنیت اور نسبت یہ تھی: ابو قلابہ الجرمی البصری۔ اعلام میں اس کا شمار ہے اور کتب ستہ کے محدثین نے اس کی احادیث نقل کی ہیں۔

ابن سعد نے اس کا ذکر اہل بصرہ کے طبقہ ثانیہ میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ ثقہ تھا، کثیر الحدیث تھا، اس کا دیوان شام میں تھا۔

علی بن ابی جملہ کہتے ہیں کہ ہم نے مسلم بن یسار سے کہا کہ اگر عراق میں آپ سے افضل کوئی ہو تو اللہ ہمیں اس کے پاس پہنچا دے۔ یہ سن کر انھوں نے کہا: کاش تم ابو قلابہ سے ملاقات کر پاتے۔

مسلم یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اگر ابو قلابہ عجم سے ہوتے تو قاضی القضاۃ ہوتے۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ وہ میرا حقیقی بھائی تھا۔

ابن عون کہتے ہیں کہ ایوب نے محمد کے سامنے ابو قلابہ کی ایک حدیث بیان کی۔ انھوں نے کہا: ابو قلابہ ان شاء اللہ ثقہ ہے، نیک آدمی ہے لیکن ابو قلابہ کا ذکر کس سے کیا جائے۔

ایوب کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! وہ سمجھ دار فقہا میں سے تھا۔ میں نے اس شہر میں ابو قلابہ سے زیادہ قضا سے واقفیت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ محمد اس کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔

عجلی کہتے ہیں کہ وہ بصرہ کا رہنے والا تابعی ہے، ثقہ ہے، علی پر حملے کرتا تھا، ان سے کوئی حدیث بیان نہیں کرتا تھا اور اس کا سماع ثوبان سے ثابت نہیں ہے۔"

۳۴۷۱. عبدالله بن شقيق العقيلي، ابو عبدالرحمن، ويقال: ابو محمد البصرى (يخ م ۴)

ذكره ابن سعد فى الطبقة الاولى من تابعى اهل البصرة، وقال:

روی عن عمر، قال وقالوا: كان عبدالله بن شقيق عثمانيا، وكان ثقة فی الحديث، وروی احاديث صالحة.

وقال يحيى بن سعيد: كان سليمان التيمی سيیء الرای فی عبدالله بن شقيق.

وقال احمد بن حنبل: ثقة، وكان يحمل علی علی.

وقال ابن ابی خيثمة عن ابن معين: ثقة، من خيار المسلمين، لا يطعن فی حديثه.

وقال ابو حاتم: ثقة.

وقال ابن خراش: كان ثقة، وكان عثمانيا يبغض عليا.

وقال ابن عدی: ما با حاديثة باس ان شاء الله تعالی.

قال الهيثم بن عدی، ومحمد بن سعد: توفی فی ولاية الحجاج علی العراق.

وقال خليفة: مات بعد المائة.

وقال غيرهم: مات سنة (١٠٨).

قلت: وهو قول ابی حاتم ابن حبان فی "الثقات". ووقع له ذكر فی البخاری ضمنا كما ذكرته فی ترجمة بديل بن ميسرة. قال ابن ابی حاتم عن ابی زرعة: ثقة وقال العجلی: ثقة، وكان يحمل علی علی. وقال الجريری: كان عبدالله بن شقيق مجاب الدعوة، كانت تمر به السحابة، فيقول: اللهم لا تجوز كذا وكذا حتی تمطر، فلا تجوز ذلك الموضوع حتی تمطر. حكاه ابن ابی خيثمة فی تاريخه.

''عبداللہ بن شقیق عقیلی ابوعبدالرحمٰن، اسے ابومحمد بصری بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے بخاری، مسلم اور سنن اربعہ کے محدثین نے احادیث بیان کی ہیں۔

ابن سعد نے اس کا ذکر اہل بصرہ کے تابعین کے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے اور یہ

کہا ہے کہ عمر سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ لوگوں نے کہا: عبداللہ بن شقیق عثمانی تھا، حدیث میں ثقہ تھا اور اچھی اور صحیح احادیث اس نے روایت کی ہیں۔

یحی بن سعید کہتے ہیں: سلیمان تیمی کی رائے عبداللہ بن شقیق کے بارے میں خراب تھی۔ احمد بن حنبل اس کو ثقہ کہتے ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ علی پر حملے کرتا تھا۔ ابن ابی خیثمہ، یحی بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ثقہ تھا، اچھے مسلمانوں میں سے تھا، اس کی حدیث کو مطعون نہیں قرار دیا جاسکتا۔

ابوحاتم اس کو ثقہ کہتے ہیں۔ **ابن خراش کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھا لیکن عثمانی تھا اور علی سے نفرت کرتا تھا۔** ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی احادیث میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہیثم بن عدی اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ اس کی وفات اسز مانے میں ہوئی حجاج عراق کا گورنر تھا۔ خلفہ کہتے ہیں کہ ۱۰۰ہجری کے بعد اس کی وفات ہوئی۔ دوسروں نے اس کی وفات ۱۰۸ہجری میں بتائی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ثقات میں ابوحاتم ابن حبان کا یہی قول ہے۔ اس کا ذکر بخاری میں ضمناً آیا ہے جیسا کہ میں نے بدیل بن میسرہ کے ترجمے میں لکھا ہے۔ ابن ابی حاتم ابوزرعہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ ثقہ تھا۔ **عجلی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھا اور علی پر حملے کیا کرتا تھا۔** جریری کہتے ہیں کہ عبداللہ بن شقیق مستجاب الدعوات تھا۔ بادل اس کے اوپر سے گزرتے تھے تو وہ کہتا تھا کہ جب تک بارش نہ ہوجائے یہاں سے آگے نہ بڑھو چنانچہ بادل اس وقت تک وہاں سے آگے نہیں جاتے تھے جب تک بارش نہ ہوجاتی تھی۔ ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں یہ بات ذکر کی ہے۔''

فصل سوم

حدیث ولایت، تبلیغ براءت، حدیث منزلہ اور تفضیل علی کی احادیث اور عارضۃ الأحوذی شرح ترمذی ابن عربی مالکی * کے مصنف کی تردید

علامہ محدث سید عبدالعزیز بن محمد بن صدیق غماری مغربی فرماتے ہیں:

مسئلہ:

حدیث: من کنت مولاہ فعلی مولاہ (فضائل الخمسۃ من الصحاح الستۃ ۳۹۹/۱۔۴۳۰) ''میں جس کا مولی ہوں، علی بھی اس کے مولی ہیں۔''

اس جیسی حدیث کسی دوسرے صحابی کے حق میں منقول نہیں ہے۔ یہ حدیث اس بات کے لیے فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے کہ نبی ﷺ جس کے ولی ہیں، علی بھی اس کے ولی ہیں۔ اس سے نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ علی علیہ السلام تمام مومن مردوں اور عورتوں کے ولی یعنی دوست ہیں اور تمام منافق مردوں اور عورتوں کے دشمن ہیں۔ جب نبی ﷺ کا یہ حکم نواصب (اللہ انھیں رسوا کرے) کو علی کے سلسلے میں گراں گزرا اور ان کے حلق میں اٹک گیا تو وہ مجبور ہوئے کہ اس حدیث کی تکذیب کی جائے، اس پر طعنہ زنی کی جائے اور کبھی یہ کہا جائے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ علی سے بغض نے اس حدیث کی صحت کے معاملے میں انھیں اندھا کر دیا ہے بلکہ اس کو متواتر تسلیم نہیں کرتے حتی کہ وہ حضرات بھی جو ان میں حفاظ حدیث کہے جاتے ہیں خاص طور پر اندلس سے تعلق رکھنے والے حفاظ حدیث۔

مجھے یہ علم ہے کہ ناصبی حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس حدیث کی تردید کی ہے۔ اسی جماعت سے ابوبکر بن العربی المعافری کا بھی تعلق ہے۔ انھوں نے عارضۃ

* یہ ابن عربی شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے علاوہ دوسرا شخص ہے جو کٹر ناصبی تھا، اس نے اپنی کتاب ''العصوام من القواصم''، میں لکھا ہے کہ سیدنا حسینؓ اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے (نعوذ باللہ)

الأحوذی (۱۷۳/۱۳) میں اس حدیث پر امام ترمذی کے تبصرے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، (سنن ترمذی ۱۶۵/۱۳) کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس پر طعن کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں ابوعیسیٰ نے کہا ہے کہ یہ حسن ہے جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ نبی ﷺ نے غدیر خم کے دن فرمایا تھا کہ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے لھذا اللہ کی کتاب مضبوطی سے تھام لو، اس طرح آپ نے کتاب اللہ کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کی ترغیب دی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: میں اپنے اہل بیت کے سلسلے میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ آخری جملہ آپ نے تین بار دہرایا۔

میں کہتا ہوں کہ حدیث مطعون نہیں بلکہ خود معافری مطعون ہے جس نے اس طرح کی باطل بات کہی ہے اور کھلا مذاق کیا ہے۔ یہ حدیث متواتر ہے اور یہ بات قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے غدیر خم کے دن یہ بات فرمائی تھی۔ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس کی تمام سندیں ایک ضخیم جلد میں جمع کی ہیں۔ اس وقت میں یہ کہنے پر اکتفا کر رہا ہوں کہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا ذکر اپنی کتاب ''**الأزھار المتناثرۃ فی الأحادیث المتواترۃ**'' (ص ۷۶) میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام کی روایت سے ذکر کیا ہے:

۱۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ	۲۔ علی رضی اللہ عنہ
۳۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۴۔ عمر رضی اللہ عنہ
۵۔ ذی مر رضی اللہ عنہ	۶۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
۷۔ طلحہ رضی اللہ عنہ	۸۔ عمارہ رضی اللہ عنہ
۹۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ	۱۰۔ بریدہ رضی اللہ عنہ
۱۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ	۱۲۔ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ	۱۴۔ جریر رضی اللہ عنہ
۱۵۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۱۶۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ

۱۷۔ انس رضی اللہ عنہ ۱۸۔ جندع انصاری رضی اللہ عنہ

۱۹۔ ۱۲/اصحاب رسول ﷺ نے آپ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد سنا۔

۲۰۔ قیس بن ثابت رضی اللہ عنہ

۲۱۔ حبیب بن بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ

۲۲۔ یزید یا زید بن شراحیل انصاری رضی اللہ عنہ

۲۳۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ

۲۴۔ ابوالطفیل رضی اللہ عنہ

۲۵۔ حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ

مندرجہ بالا صحابہ کرام نے جس حدیث کو روایت کیا ہو، اس کو اگر کوئی مطعون قرار دیتا ہے تو وہ جاہل، کوتاہ نظر، ضعیف العقل اور تنگ دل ہے۔ اس سے کم تر درجے کی صحت والی روایت کو حفاظ حدیث نے متواتر کہا ہے اور اسے قطعیت الثبوت تسلیم کیا ہے۔ جہاں تک سوال ابن حزم کا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ''محلی'' میں پانچ یا چھ صحابہ سے مروی احادیث کو متواتر کہتے ہیں۔ اپنے اس نقطہ نظر کے باوجود وہ حدیث غدیر کو ثابت نہیں مانتے بلکہ اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب ''المفاضلة بين الصحابة'' میں لکھا ہے۔ یہی حال ابن تیمیہ کا ہے۔ وہ بھی اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اور اسے ثابت نہیں تسلیم کرتے۔ غالباً انھوں نے اپنے فتاوی میں اس حدیث کو "اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ" کے اضافہ کے بغیر ثابت کہا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے ایسا کس وجہ سے کہا ہے۔ ان پر گفتگو طویل ہو جائے گی مختصر یہ کہ یہ حدیث اس اضافہ کے ساتھ بھی ثابت ہے۔

جن حضرات نے اس حدیث کو ضعیف اور غیر ثابت بتایا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ ناصبیوں کی گردن پر ایک ننگی تلوار کی طرح ہے اور امام علیہ السلام سے جو حضرات موالات و محبت رکھتے ہیں ان کے دل کے لیے تیر بہ ہدف ہے۔ جب نص اور

خواہش میں تعارض اور ٹکراؤ ہو جائے تو خواہش سے رجوع کر لینا کمال تقوی کی علامت ہے۔ لیکن ان حضرات نے نص کو باطل کرنے اور اسے غیر ثابت قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے۔ ان کی کوشش کا انجام سوائے ہلاکت کے اور کیا ہے؟

اے معافری! حدیث موالاۃ پر امام ترمذی کے حکم صحیح اور حسن پر تمھاری یہ تنقید کہ یہ حدیث مطعون ہے، مجھے ذرا ان کے نام بتاؤ جنھوں نے اس پر طعن کی ہے، ان کے نام ظاہر کرو جنھوں نے اس کی تردید اور تضعیف کی ہے۔ میرا دعوی ہے کہ تم کسی کا نام پیش نہیں کر سکو گے اور نہ تمھیں اس باب میں کوئی رہنمائی نصیب ہوگی۔ ہاں زیادہ سے زیادہ تم ابن حزم کا نام لو گے جب کہ خود تمھارا حال یہ ہے کہ ابن حزم کی ہفوات کی پیروی کرتے ہو اور ان کے صحیح اقوال اور آراء سے اعراض کرتے ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ اس حدیث کے سلسلے میں تم نے ابن حزم کی تقلید کی ہے، صرف ان کے قول کی اتباع کی ہے حالانکہ وہ معذور ہیں لیکن تم معذور نہیں ہو۔ چوں کہ حدیث پر تمھارے طعن کی کوئی وجہ ہمیں معلوم نہیں ہو سکی جس کی ہم وضاحت کرتے اور نہ کوئی دلیل مل سکی جس کی تردید کرتے اس لیے اس طعن کے ابطال میں وہی بات دہراتے ہیں جو ذکر کر چکے ہیں کہ حدیث غدیر خم کے راوی بہت سے صحابہ ہیں اور وہ تواتر کے درجے تک پہنچی ہوئی ہے۔ یہی سب سے بڑی دلیل اور حجت ہے۔ اگر تم نے تفصیل بیان کی ہوتی تو ہم بھی مفصل طور پر اس کا جواب دیتے۔

﴿وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به﴾

مسئلہ:

آج جب کہ ہم ابن العربی فقیہ کے افکار پر گفتگو کر رہے ہیں تو یہ ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت کے فضائل سے متعلق جب کسی حدیث سے ان کا گزر ہوتا ہے تو ان پر ایک طرح کا جنون سوار ہو جاتا ہے، اس پر جہالت بھری تردید سے وہ باز نہیں رہتے اور مضحکہ خیز طعن کرنے سے نہیں چوکتے۔ جب کبھی انھیں طعن و تردید کی کوئی گنجائش کسی حدیث میں نظر نہیں آتی تو احادیث مناقب کی تفصیل اور

تشریح کیے بغیر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کے دل کو قرار آسکے۔ عارضۃ الاحوذی میں مناقب کی تمام احادیث پر وہ سرسری نگاہ ڈالتے ہیں اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔ لیکن جہاں ان کو گفتگو کرنے کا موقع مل جاتا ہے تو اپنی بدعقلی اور فاسد فہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان احادیث کی قدر و قیمت کم کردیتے ہیں، اس پر حاشیہ لگانے میں عجلت سے کام لیتے ہیں اور اس کی اہمیت کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ انھوں نے حبشی بن جنادہ سے مروی حدیث: "علی منی وانا من علی، ولا یؤدی عنی الا أنا أو علی"، (فضائل الخمسة من الصحاح الستة ۳۸۷/۱) کے ساتھ کیا ہے۔ اس حدیث پر تعلیق لگاتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"ہمارے علما کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ عربوں کے یہاں یہ بات معروف تھی کہ جب کوئی کسی سے کوئی عہد کرتا تھا تو اس کو خود ختم کرتا تھا یا اس کے قریبی عزیزوں میں کوئی اس کو ختم کرتا تھا۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ کو اس وقت یاد آئی جب آپ ﷺ حضرت ابوبکر کو مکہ بھیج چکے تھے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ عربوں کو اعتراض اور تنقید کا کوئی موقع نہ مل سکے اور وہ یہ کہیں کہ انھوں نے ہم سے جو عہد کیا تھا اس کو صرف وہی ختم کریں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مصلحت کی خاطر آپ کو اس کی اجازت دی اور اسے ایک شرعی حکم کی حیثیت سے نافذ کرایا۔" (عارضۃ الاحوذی ۱۳/۱۶۹)

یہ دیکھیے کس طرح انھوں نے اس حدیث کے مفہوم کو بدل دیا جس سے علی علیہ السلام کے بلند مرتبے کی نشان دہی ہوتی تھی اور نبی اکرم ﷺ کی نگاہ میں ان کو جو اہمیت حاصل تھی، اپنے دل کی تنگی، جہالت یا تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے بات کہاں سے کہاں پہنچادی اور یہ حکم لگادیا کہ علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے سورہ براءۃ کو پہنچانے کے لیے عربوں کی عادت کی وجہ سے بھیجا تھا، ان کے مقام اور عظمت کی وجہ سے نہیں۔

یہ نقطہ نظر یقیناً باطل ہے اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کے احوال

کو عقل، گمان اور رائے سے بیان کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس سلسلے میں نصوص پر توقف اور انحصار کرنا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اپنی خواہش سے بولنے والا نبی ﷺ کی بیان کردہ اس وعید میں داخل ہوگا جو آپ نے ان لوگوں کو سنائی ہے جو اپنی طرف سے کوئی جھوٹی بات نبی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی ﷺ جو دین لے کر آئے اس نے زندگی کے تمام شعبوں میں عرب جاہلیت کی جاری عادات و اطوار کو ختم کیا خاص طور میں عہد و پیمان کے شعبے میں، پھر کیوں کر آپ عہد و میثاق کے معاملے میں جاہلیت کے طور طریقے اپنا سکتے تھے، ان کی پیروی کر سکتے تھے اور جن باتوں سے اظہار براءت کے لیے آپ کو مامور کیا گیا تھا، ان کا ارتکاب کر سکتے تھے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر آپ ﷺ اپنے قریبی عزیز علی رضی اللہ عنہ سورہ براءۃ کی تبلیغ کے لیے نہ بھیجتے تو کیا محض عربوں کی عادت کی وجہ سے کہ صاحب معاملہ خود عہد کے خاتمے کا اعلان کرے یا اس کا کوئی عزیز کرے، اس سے دست بردار ہوجانا جائز ہوتا اور ان کی عادت کی وجہ سے حکم الٰہی کو ترک کردیتے۔ اس طرح کی بات کوئی جاہل ہی کہہ سکتا ہے۔ اس طرح کی بات کہنا اللہ پر افترا پردازی ہے جو سراسر کفر اور ضلالت ہے۔

یہاں یہ بھی پیش نظر رہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے قریبی تھے۔ مرہ بن کعب پر جاکر ان کا نسب نبی ﷺ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ اس طرح کے معاملات میں عربوں کے یہاں اتنی قرابت کافی سمجھی جاتی تھی۔ اگر محض قرابت کی وجہ سے سورہ براءۃ کو دے کر علی کو بھیجا جانا تھا تو اتنی قرابت تو ابوبکر سے بھی تھی اور وہ کافی تھی۔ عہد جاہلیت میں یہ تصور عام تھا، ان کے حالات پڑھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے بلکہ معمولی رشتہ داری اور دور کی قرابت کی وجہ سے بھی وہ ان کے مخالفین سے جدال و قتال کیا کرتے تھے۔

ہماری اس بات کا ثبوت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں بھی موجود

ہے جوانھوں نے ورقہ بن نوفل سے اس وقت کہا تھا جب وہ نبی ﷺ کو نزول وحی کے بعد ان کے پاس لے کر گئی تھیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ چچازاد بھائی! ذرا اپنے بھتیجے کی بات سنیں۔ ورقہ نے بھی نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا: اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا تھا؟ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ حالانکہ نبی ﷺ ورقہ کے بھتیجے نہیں تھے بلکہ نبی اکرم ﷺ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب اور ورقہ بن نوفل دونوں کا نسب قصی بن کلاب پر جاکر مل جاتا ہے۔ اس حیثیت سے دونوں باہم بھائی کے درجے میں قرار پاتے ہیں۔

مقصد یہ بتانا ہے کہ اگر نبی ﷺ صرف حضرت ابوبکرؓ کو بھیجتے تو عہد کے خاتمے کے لیے ان کا اعلان عربوں کی عادت کے مطابق کافی ہوتا کیوں کہ حضرت ابوبکرؓ ان کی نظر میں آپ ﷺ کی قرابت ہی سے تعلق رکھتے تھے لیکن جب آپ ﷺ نے ان کے بجائے علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علی کو خصوصی امتیاز حاصل تھا، یہ ان کی خاص منقبت تھی اور دیگر صحابہ کے مقابلے میں ان کو فضیلت حاصل تھی۔ ابن العربی جیسے ناصبی خواہ کتنا ہی ناک بھوں چڑھائیں۔

ہماری بات کی دلیل خود نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، میری طرف سے کوئی ادائیگی یا تو میں کرسکتا ہوں یا پھر علی کرسکتے ہیں۔ اگر صرف قرابت داری یہاں مراد ہوتی تو نبی ﷺ اسے صرف علی میں منحصر نہیں فرماتے کیوں کہ اس وقت یہ فرمان بے معنی ہوجاتا بلکہ آپ یہ کہتے کہ میری طرف سے کوئی میرا قرابت دار ادا کردے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں علی کو خاص خصوصیت حاصل ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی نظر میں علی کو خاص مقام حاصل تھا۔ اس کی وضاحت اس حدیث میں ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اے علی! میری نظر میں تمھارا وہی مقام ہے جو موسی کی نظر میں ہارون کا تھا۔

یہ حدیث زیر مطالعہ حدیث کا مطلب بھی واضح کرتی ہے اور اس سبب کو بھی بیان کرتی ہے جس کے پیش نظر نبی ﷺ نے مشرکین کی طرف سورہ براءۃ دے کر علی

علیہ السلام کو بھیجا تھا اور کسی دوسرے صحابی کو اس کام پہ مامور نہیں کیا تھا۔ کیوں کہ اس سورہ میں تبلیغ اور انذار اللہ کی جانب سے تھی اور اس کام کو یا تو خود نبی ﷺ کرسکتے تھے یا وہ جوان کی عدم موجودگی میں ان کے قائم مقام تھا جیسا کہ موسی علیہ السلام کے یہاں ہارون علیہ السلام کا معاملہ تھا۔ موسی کی عدم موجودگی میں وہی قوم میں ان کی نیابت کرتے تھے جیسا کہ اللہ نے اس بات کو بیان کیا ہے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ علی علیہ السلام نبوت کے اس مقام پر فائز تھے جو اپنی ذاتی محنت سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ پہلا مقام تھا جہاں ابن العربی نے اپنی ناصبیت کا صور پھونکا ہے اور شرح ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ کی منقبت میں آئی حدیث کی تاویل کی ہے۔

دوسرا مقام حدیث: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ"، ہے جس کی تشریح میں یہ مضمون لکھا جارہا ہے۔ اور تیسرا مقام ان کا وہ کلام ہے جو انھوں نے حدیث: انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی، پر کی ہے۔ ابن العربی نے اس حدیث کو عموم پر محمول نہیں کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں آپ کی مراد سفر کرنے سے پہلے مدینہ میں اپنا جانشین بنانے سے تھی جیسا کہ موسی علیہ السلام نے وعدہ الٰہی کی تکمیل کے لیے سفر کرنے سے پہلے ہارون کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ نبی ﷺ نے یہ بات ان کی تسلی اور ان کی فضیلت بیان کرنے کے لیے فرمائی تھی۔ اسی موقع پر اہل نفاق نے یہ کہنا شروع کیا تھا کہ نبی ﷺ نے علی کو پیچھے اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ آپ ان کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ نبی ﷺ نے: "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی"، کہا تھا تو جب موسی کے بعد ہارون تمام لوگوں میں افضل تھے تو نبی ﷺ کے بعد علی سب سے افضل ہوں گے۔ اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ ہارون موسی کے بعد اس لیے تمام لوگوں میں افضل تھے کیوں کہ وہ نبی تھے اور علی نبی نہیں تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ علی کو ہی آپ ﷺ کے بعد خلیفہ ہونا چاہئے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ ہارون کی وفات موسی

کی زندگی میں ہوگئی تھی اور موسی کے بعد خلیفہ یوشع بن نون بنائے گئے تھے۔ حدیث میں استخلاف سے مراد وہی سفر میں اپنا جانشین بنانا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ، تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ حدیث ضعیف اور مطعون ہے۔

دیکھا آپ نے کس طرح انھوں نے حدیث: "انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ"، میں موجود علی کی فضیلت کو رد کر دیا اور اس پر پورا زور لگا دیا ہے۔ نصوص کو ان کے عمومی مفہوم سے پھیر دیا ہے اور ایسا پہنا دیا ہے جس کا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ اس تاویل سے حدیث کا فائدہ ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ ابن العربی کے غیض وغضب کا یہ حال ہے کہ علی کے مناقب سے متعلق حدیثی نصوص کو وہ بھول جاتے ہیں، اس کی تردید کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے فرمان کو باطل قرار دے دیتے ہیں۔ نبی ﷺ کے ارشاد: "انت منی بمنزلة ہارون من موسی" سے آپ کی مراد اگر یہ ہے کہ آپ سفر کی وجہ سے مدینہ میں میرے جانشین ہیں تو اس مفہوم ومراد کی تردید کے لیے یہی بات کافی ہے کہ آپ نے سفر کی وجہ سے تیرہ مرتبہ مدینہ میں اپنا جانشین ابن ام مکتوم کو بنایا ہے، اہل علم اس بات پر متفق ہیں۔ جب کہ علی کو صرف ایک بار اپنی خلیفہ بنایا ہے۔ ایسی صورت میں آپ کو ابن ام مکتوم کے بارے میں کہنا تھا کہ تم اسی طرح میرے جانشین ہو جس طرح کے جانشین موسی کے ہارون تھے نہ کہ یہ بات آپ ﷺ علی کی بابت فرماتے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے ابن ام مکتوم سے یہ بات نہیں کہی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن العربی نے حدیث کی جو تاویل کی ہے وہ باطل اور فاسد ہے۔

یہ چند تعلیقات تھیں جو ابن العربی نے مناقب علی سے متعلق احادیث پر لگائی ہیں۔ اس مکروہ اور غیض وغضب کے انداز میں ان پر گفتگو کی ہے اور ان کی تشریح کی ہے۔ ان کے علاوہ احادیث مناقب علی پر وہ سرسری طور پر گزر گئے ہیں۔ لیکن مناقب عثمان سے متعلق احادیث پر مفصل گفتگو کی ہے، اور ان احادیث میں ان کے جو فضائل

اور امتیازات بیان ہوئے ہیں، ان کو شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

مسئلہ

علی علیہ السلام تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ خلافت میں جو ترتیب واقع ہوئی ہے وہ لاحق سے سابق کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے کیوں کہ زمانی ترتیب بغیر کسی دلیل کے فضیلت ثابت نہیں کرتی بلکہ بسا اوقات لاحق، سابق سے افضل ہوتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ بعثت کے اعتبار سے آخر میں آئے لیکن مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء کے سردار اور ان میں سب سے افضل ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل میں جو نصوص وارد ہیں، ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کو شمار کیا جا سکتا ہے۔ تفضیل کی یہ دلیل اشاعرہ نے اپنی کتابوں میں داخل کی ہیں اور مزید ستم یہ کیا ہے کہ اسے اسلام کے اس عقیدے کا حصہ بنا دیا ہے جس پر نجات موقوف ہے اور اس سے مخالفت کرنے والا اپنے عقیدے میں انتہائی خطرے میں ہے۔

حالانکہ اس مسئلے کا عقیدے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سلف صحابہ اور تابعین عظام کی اکثریت اس نقطہ نظر کے خلاف ہے جسے اشاعرہ نے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بنا دیا ہے۔ ان کے بیان کردہ اس عقیدہ کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اسلامی ممالک کی عظیم اکثریت جو تفضیل علی کا عقیدہ رکھتی ہے وہ بدعت کی مرتکب، عقیدہ میں گمراہ قرار پائے گی اور اس عقیدے کا حامل بدعتی اور منہج اہل سنت کا خارج قرار پائے گی۔

ان کے نزدیک اہل سنت صرف اشاعرہ ہیں کیوں کہ صرف انھیں کی نشو ونما اپنے عقیدے پر ہوئی ہے اور انھوں نے اپنے عقائد اپنے آبا واجداد سے بغیر کسی رد وقدح کے اور بغیر کسی دلیل کے لیے ہیں۔ جو کوئی بھی ان کے خلاف ہوتا ہے اس کو وہ گمراہ اور راہ حق وصواب سے ہٹا ہوا خیال کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حق وصواب سے یہی لوگ ہٹے ہوئے ہیں اور ایسے اقوال کی پیروی کر رہے ہیں جن کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اشاعرہ عقائد کے باب میں تقلید کو حرام جانتے ہیں پھر ان کو کیا ہو گیا ہے کہ انھوں نے یہاں ان لوگوں کی پیروی کر رکھی ہے جنھوں نے ناصبیوں کے گھڑے ہوئے عقیدے کو اس دعوی کے ساتھ اختیار کر لیا ہے کہ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ والأمر لله.

فصل چہارم

علامہ ذہبی کی فضائلِ سیدنا علی کی احادیث کی باطل تاویلات

امام علی علیہ السلام کے لیے نبی ﷺ نے فرمایا: انہ لا یحبک الا مؤمن، ولا یبغضک الا منافق (اے علی! تم سے محبت صرف ایک مومن کرے گا اور تم سے نفرت وعداوت ایک منافق ہی کرے گا)

شعبہ کی سند سے اس روایت کو نقل کر کے امام ذہبی لکھتے ہیں کہ ''اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ علی سے محبت ایمان کا حصہ ہے اور ان سے بغض ونفرت نفاق ہے۔ ایمان کے کئی ایک شعبے ہیں، اسی طرح نفاق کے بھی کئی درجے ہیں۔ لہذا کوئی صاحب عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ محض علی سے محبت کرنے سے کوئی شخص مومن مطلق ہو سکتا ہے اور نہ محض علی سے بغض ونفرت کرنے والا موحد مسلمان، خالص منافق ہو سکتا ہے۔ جو علی سے محبت کرتا ہے لیکن ابوبکر سے نفرت کرتا ہے، وہ اس شخص کے درجے میں ہے جو علی سے بغض رکھتا ہے اور ابوبکر سے محبت کرتا ہے۔ دونوں سے بغض ونفرت کرنا گمراہی اور نفاق ہے اور دونوں سے محبت رکھنا ہدایت اور ایمان ہے۔''

ذہبی نے اس طرح حدیث کے درجے کو کم کرنے کی کوشش کی ہے اور نبی اکرم ﷺ کے مطلق ارشاد کو اپنی جانب سے مقید کیا ہے جب کہ کتاب وسنت میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے مطلق کو مقید کیا جا سکے۔ ذہبی کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا کیوں کہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے ہر اس شخص کو شامل ہے جو علی سے بغض رکھتا ہے اور بظاہر یہ دکھاتا ہے کہ وہ اہل توحید میں سے ہے حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ اللہ نے حقیقت توحید کو مطلق طور پر اپنے بعض اولیاء کی محبت سے معلق کر دیا ہے اور اسے یہ بھی علم نہیں کہ کوئی انسان حقیقی محبت اتباع نبی اور عترت کے منہج پر چلے بغیر حاصل نہیں کر سکتا۔ ذہبی نے اپنی طرف سے جو موازنہ پیش کیا ہے، وہ ان کے شذوذ کی علامت ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل کی اور بہت سی صحیح احادیث موجود ہیں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ سیدنا علی کی فضیلت کی احادیث کا انکار کیا جائے اور ان کی باطل تاویلات کی جائیں۔

علامہ ذہبی کی سیدنا علیؓ کے قاتل کی مدح وثنا

۲۳۸۔ عبدالرحمن بن ملجم المرادی:

قاتل علي رضي الله عنه، خارجي مفتر، ذكره ابن يونس في تاريخ مصر، فقال: شهد فتح مصر، واختلط بها مع الاشراف. وكان ممن قرأ القرآن والفقه. وهو أحد بني تدول، وكان فارسهم بمصر. قرأ القرآن على معاذ بن جبل وكان من العباد. ويقال: هو الذي أرسل صبيغاً التيمي الى عمر رضي الله عنه، وسأله عما سأله مستعجم القرآن. وقيل: ان عمر كتب الى عمرو بن العاص أن قرب دار عبدالرحمن بن ملجم من المسجد ليعلم الناس القرآن والفقه، فوسع له مكان داره، وكانت الى جانب دار عبدالرحمن بن عديس البلوي، يعني أحد من أعان على قتل عثمان ثم كان ابن ملجم من شيعة علي بالكوفة، سار اليه الى الكوفة، وشهد معه صفين. قلت: ثم أدركه الكتاب، وفعل مافعل، وهو عند الخوارج من أفضل الأمة، وكذلك تعظمه النصيرية. قال الفقيه ابومحمد بن حزم: يقولون: ان ابن ملجم أفضل أهل الأرض، خلص روح اللاهوت من ظلمة الجسد وكدره، فاعجبوا يا مسلمين لهذا الجنون. وفي ابن ملجم يقول عمران بن حطان الخارجي:

يا ضربة من تقي ماأراد بهاالاليبلغ من ذي العرش رضوانا
اني لأذكره حينا فأحسبه — أوفى البرية عندالله ميزانا

وابن ملجم عند الروافض أشقى الخلق في الآخرة، وهو عندنا أهل السنة ممن نرجو له النار، ونجوز أن الله يتجاوز عنه، لاكما يقول

الخوارج والروافض فيه. وحكمه حكم قاتل عثمان، وقاتل الزبير، وقاتل طلحة، وقاتل سعيد بن جبير، وقاتل عمار، وقاتل خارجة، وقاتل الحسين، فكل هؤلاء نبرأ منهم، ونبغضهم في الله، ونكل أمورهم الى الله عزوجل. (تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والأعلام للذهبي، الجزء الثاني، الترجمة: ۲۳۸)

''عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، علی رضی اللہ عنہ کا قاتل اور مفتری ہے۔ تاریخ مصر میں ابن یونس نے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ فتح مصر میں شامل تھا اور وہاں وہ اشراف میں داخل ہو گیا تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے قرآن اور فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ بنوتدول میں سے ایک تھا۔ مصر میں وہ ان کا شہسوار تھا۔ اس نے قرآن کی تعلیم معاذ بن جبل سے حاصل کی تھی، اس کا شمار عباد میں ہوتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس صبیغ تمیمی کو عجمی انداز میں قرآن پڑھنے کا مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص کو لکھا تھا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم کا گھر مسجد کے قریب بنا دیا جائے تاکہ وہ لوگوں کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دے۔ چنانچہ اس کا مکان بنا دیا گیا اور اس کا گھر اسعبد الرحمٰن بن عدیس بلوی کے گھر کے پاس تھا جس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے عثمان کی شہادت میں مدد کی تھی۔ اس کے بعد کوفہ میں ابن ملجم شیعان علی میں شامل ہو گیا اور علی کے پاس پہنچ کر کوفہ میں آباد ہو گیا۔ علی کے ساتھ اس نے صفین کی جنگ میں شرکت کی۔ میں کہتا ہوں کہ پھر تقدیر اس پر غالب آ گئی اور اس نے وہ کیا جس سے ہم سب واقف ہیں۔ خوارج کی نظر میں وہ اس امت کا افضل ترین آدمی ہے، نصیریہ فرقہ کے لوگ بھی اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ **فقیہ ابو محمد بن حزم نے لکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابن ملجم روئے زمین کے تمام لوگوں سے افضل ہے**، اس نے لاہوتی روح کو بدن کی ظلمت اور اس کی کدورت سے آزاد کیا۔ اے مسلمانو! اس قسم کی جنونی باتوں پر جس قدر بھی حیرت کرو کم ہے۔ ابن ملجم کے بارے میں ایک خارجی

شاعر عمران بن حطان کہتا ہے:

يا ضربة من تقي ما أراد بها ... الاليبلغ من ذي العرش رضوانا
اني لأذكره حينا فأحسبه ... أوفى البرية عندالله ميزانا

''ایک متقی انسان کی طرف سے ماری گئی اس ضرب کا کیا کہنا جس نے اپنی ضرب سے عرش والے کی رضامندی کا ارادہ کیا۔ میں اسے جب بھی یاد کرتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی نظر میں تمام مخلوق سے زیادہ اس کا وفادار بندہ تھا۔''

روافض کی نظر میں ابن ملجم آخرت میں ایک بدترین مخلوق ہوگا۔ لیکن ہم اہل سنت کی نظر میں اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں ہم جہنم کی امید کرتے ہیں اور اس بات کو بھی جائز سمجھتے ہیں کہ ممکن ہے اللہ اس کی خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ ہم اس بات کا عقیدہ نہیں رکھتے جو خوارج اور روافض رکھتے ہیں۔ اس کا حکم وہی ہے جو عثمان، زبیر، طلحہ، سعید بن جبیر، عمار، خارجہ اور حسین کے قاتلوں کا حکم ہے۔ ہم ان تمام قاتلوں سے اظہار براءت کرتے ہیں، اللہ کے لیے ان سے نفرت کرتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ عزوجل کے سپرد کرتے ہیں۔''

نوٹ:- علامہ ذہبی کا یہ بیان احادیث صحیحہ کا انکار ہے جن میں سیدنا علی کے قاتل کو شقی ترین مخلوق کہا گیا ہے۔ آگے ہم اس دور کے عظیم محدث اور سلفی عالم علامہ ناصر الدین البلانی کی تحقیق اس حدیث سے متعلق پیش کرتے ہیں۔ اور علامہ ذہبی جو کہا ہے کہ **''ہم اہلِ سنت کی نظر میں''** تو کوئی اہل سنت ایسا نہیں ہے کہ حضرت علی کے قاتل کو مغفور سمجھے ہاں نواصب جو اہل سنت کا لبادہ پہن کر اہل سنت میں داخل ہو گئے ہیں ان کا ضرور یہ عقیدہ ہو سکتا ہے۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ایسے عقیدے سے جو اللہ کے نبی ﷺ کے ارشادات کے صریح مخالف ہو۔

علامہ ناصر الدین البانی کا قاتل سیدنا علیؓ سے متعلق احادیث کی تصحیح کرنا

۱- "یا أبا تراب! ألا أحد ثكما بأشقى الناس رجُلين؟ قلبا: بلى يا رسول ال! قال: احمير ثمود الذى عقر الناقة، والذى يضربك على هذه (يعنى قرن على) حتى تبتل هذه من الدم يعنى لحيته"

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۱۷۴۳)

"اے ابوتراب! کیا میں آپ دونوں کو امت کے دو بد بخت لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا: ضرور بتائیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: قوم ثمود کا احمر جس نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ دی تھی اور دوسرا وہ شخص جو علیؓ کی گردن پر مارے گا اور ان کی داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔"

۲- "اشقى الاولين عاقر الناقة، واشقى الآخرين الذى يطعنك ياعلى واشارالى حيث يطعن" (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۱۰۸۸)

"متقدمین میں سب سے زیادہ بدترین وہ شخص ہے جس نے اونٹنی کی ہوگا، اے علی! جو تجھے ترخرے میں نیزہ مارے گا۔ پھر آپ ﷺ نے اس جگہ کی نشان دہی فرمائی۔"

ابن حزم اندلسی (متوفی ۴۵۶ھ) کا حضرت علیؓ کے قاتل کا دفاع

ابن حزم نے اپنی فقہ کی کتاب "المحلی" ج ۱۰ ص ۴۸۲ میں لکھا ہے

مسئلہ:

ایک مقتول کے اولیاء میں سے اگر کوئی ولی غائب ہو یا غیر بالغ ہو دیوانہ ہو، تو اس صورت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے (کہ اس مقتول کا قصاص قاتل سے کون لے) ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میت کا بڑا ولی قاتل سے قصاص لے او غیر بالغ ولیوں کے بالغ ہونے تک انتظار نہ کرے، شافعی سے منقول ہے کہ "میت کا بڑا ولی قاتل سے قصاص نہ لے اور غیر بالغوں کے حد بلوغ تک پہونچنے کا انتظار کرے۔" پھر شافعیہ کا یہ قول قابلِ اعتراض قرار دیا گیا ہے اس طرح کہ حضرت امام حسن نے کیوں حضرت علیؑ کے قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم کو قصاص کے طور پر قتل کیا تھا جب کہ حضرت علیؑ کے چھوٹے بیٹے بھی تھے (جو اس وقت حد بلوغ تک نہ پہونچے تھے) اس کے بعد ابن حزم نے کہا ہے۔ ابن ملجم کا یہ قضیہ علمائے احناف کے خلاف بالکل اسی طرح نقص بنتا ہے جس طرح انہوں نے اس کو رو سے شافعیہ علماء پر نقص کیا ہے۔ کیوں کہ خود علمائے احناف مع مالکیہ علماء کے اس مسئلے میں متفق ہیں کہ جو کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو تاویل کی بنیاد پر (یعنی اجتہاد کی بنیاد پر) قتل کرے تو اس سے قصاص نہیں لیا جاتا اور امت میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علیؓ کو تاویل او اجتہاد کی بنیاد پر قتل کیا تھا اور اسے اپنی جگہ پر یہ خیال تھا کہ وہ یہ اچھا کام کر رہا ہے اسی واقعہ کی طرف شاعر صفریہ عمران بن حطان اشارہ کرتا ہے۔

يا ضربة من تقى ما ارادبها   الا ليبلغ من ذى العرش رضوانا

انى لاذكره حينا فاحسبه   او فى البرية عندالله ميزانا

ترجمہ:

لوگو! ابن ملجم جیسے پرہیزگار کی ضربت کو تو دیکھو جس نے اس ضربت سے صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اس کی وجہ سے اللہ رضا حاصل کرے۔

"میں جب کبھی اس کو یاد کرتا ہوں تو اس کے بارے میں یہ گمان کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اس کے ثواب کا پلہ تمام لوگوں سے بھاری ہوگا۔"

انی لاذکرہ کے معنی ہیں، میں جب کبھی اس کے بارے میں سوچا کرتا ہوں تو میں اس کو اس طرح تصور کرتا ہوں جیسا کہ شعر میں بتایا گیا ہے۔ لہٰذا حضرت امام حسنؑ کے قصاص پر حنفیوں کو بالکل اسی طرح اعتراض کرنا چاہیے جس طریقہ سے انہوں نے علمائے شافعیہ پر اعتراض کیا ہے۔ پھر حنفی علماء جو کچھ بھی بتائیں گے اس بارے میں اس کے تیر انہی کی طرف واپس چلے جائیں گے اور اپنے ہی کھودے ہوئے کنویں میں خود جا گریں گے۔

اب ذرا میرے ساتھ آیئے اور اسلام کے ہر ماننے والے سے یہ سوال پوچھیں کہ ابن حزم نے یہ کون سا فتوی صادر کیا ہے۔ جو رسول ﷺ کے ارشاد کے عین متضاد ہے جس میں آپ نے حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے آپ کے قاتل ابن ملجم کے بارے میں فرمایا تھا "قاتلک اشقی الاخرین" تمہارا قاتل آئندہ لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت ہے۔ دوسری روایت میں "اشقی الناس" ہے۔ تمہارا قاتل لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت ہے۔ تیسری روایت میں "اشقی ھذہ الامۃ، کما ان عاقر الناقۃ اشقی ثمود" تمہارا قاتل اس امت میں سب سے بڑا بدبخت ہے جس طرح ناقہ صالحؑ کا پیر کاٹنے والا قوم ثمودؑ میں سب سے بڑا بدبخت ہے۔

اس حدیث کو مستند حفاظ اور ائمہ اعلام نے ایک سے زیادہ سلسلۂ روایت میں لکھا ہے، حتی کہ خود ابن حزم نے تواتر کی جو تعریف کی ہے اس کی رو سے متذکرہ حفاظ کی یہ روایت تواتر کی حد میں آتی ہے۔

اس حدیث کے راویوں میں سے چند حسب ذیل ہیں:

۱- امام حنابلہ احمد نے اپنی مسند ج ۴، ص ۲۶۳ میں اس کی روایت کی ہے۔

۲- نسائی نے "الخصائص" ص ۳۹ میں۔

۳- ابن قتیبہ نے "الامامۃ والسیاسۃ" ج ۱، ص ۱۳۵ میں۔

۴- حاکم نے "المستدرک" ج ۳، ص ۱۴۰ میں عمار سے۔

۵- ذہبی نے "تلخیص" میں اور حاکم اور ذہبی دونوں نے اس حدیث کو درست قرار دیا ہے۔

۶- حاکم نے اس حدیث کو ابن سنان الدؤلی سے روایت کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے، بحوالہ المستدرک ص ۱۱۳، نیز ذہبی نے اس کو تلخیص میں ذکر کیا ہے۔

۷- خطیب نے اپنی تاریخ، ج ۱، ص ۱۳۵ میں جابر بن سمرہ سے اس کی روایت کی ہے۔

ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" ج ۳، ص ۶۰ میں بحوالہ حاشیہ "الاصابہ" نسائی سے اس کی روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ طبری وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے، ان کے علاوہ ابن اسحاق نے بھی اپنی "سیر" میں اس کی روایت کی ہے اور وہ محمد بن کعب سے قرظی کے راویوں میں سے مشہور ہیں، انہوں نے یزید بن خثیم سے اور انہوں نے عمار بن یاسرؓ سے اس کی روایت کی ہے نیز ابن خیثمہ نے کئی طریقوں سے اس کی روایت کی ہے۔

۸- محب الدین طبری نے "الریاض" میں احمد ابن ضحاک کے سلسلوں سے حضرت علیؑ سے اس کی روایت کی ہے، نیز ابن ابی حاتم اور ملا کے طریقوں سے صہیبؓ سے اس کی روایت کی ہے۔

۹- ابن کثیر نے اپنی تاریخ ج ۷، ص ۳۲۳ میں ابی یعلی سے اس کی روایت کی ہے اور ص ۳۲۵ میں خطیب کے سلسلے سے۔

۱۰- سیوطی نے "مجمع الجوامع" بہ ترتیب ج ۶ ص ۴۱۱ میں ابن عساکر، حاکم اور بیہقی سے اس کی روایت کی ہے اور ص ۴۱۲ میں چند سلسلوں سے ابن عساکر سے، نیز ص ۴۱۳ میں ابن مردویہ سے ص ۱۵۷ میں دارقطنی کے طریقہ سند سے اور ص

۳۹۹ میں احمد، بغوی، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ، ابی نعیم، ابن عساکر اور ابن نجار سے۔

ابن حزم کے متذکرہ فتویٰ کی حقیقت کیا رہتی ہے جب کہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کو سامنے رکھتے ہیں جس میں آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا:

''الا اخبرك باشد الناس عذابا يوم القيامة قال اخبر لي يارسول الله؟ قال فان اشد الناس عذابا يوم القيامة عاقر ناقة ثمود، وخاضب لحيتك بدم رأسك۔''

''کیا میں تم کو خبر نہ دوں اس شخص کے بارے میں جس کو قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ عذاب ہوگا؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ مجھے آگاہ فرمائیے یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا ایک وہ شخص ہے جس نے ناقہ صالحؑ کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں، دوسرا وہ جو تمہارے سر کے خون سے تمہاری ڈاڑھی کو رنگین بنادے گا۔''

اس کی روایت ابن عبدربہ نے ''العقد الفرید'' ج ۲ ص ۲۹۸ کی ہے۔ پھر متذکرہ فتویٰ کی اصلیت کہاں رہتی ہے؟ جب کہ اس کے مقابلے میں رسول خدا ﷺ کا تیسرا ارشاد لایا جاتا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے ''قاتلك شبه اليهود وهو يهود۔'' اے علیؑ! تمہارا قاتل یہودی جیسا ہے بلکہ خود یہودی ہے۔ ابن عدی نے الکامل میں اور ابن عساکر نے اس کی روایت کی ہے۔ بحوالہ ترتیب ''جمع الجوامع'' ج ۶ ص ۴۱۲۔

پھر اس فتویٰ کی حقیقت اس روایت کے مقابلے کیا ہے؟ جو ابن کثیر نے اپنی تاریخ ج ۷، ص ۳۲۳ میں نقل کی ہے کہ:

''حضرت علیؑ اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ اس امت کے بدبخت ترین شخص ابن ملجم کو کس چیز کی رکاوٹ ہے (کہ وہ مجھے شہید نہیں کرتا)''

اس حدیث کو سیوطی نے جمع الجوامع میں روایت کیا ہے۔ بحوالہ اس کے ترتیب شدہ نسخہ ج ۶ ص ۴۱۱۔ یہ روایت انہوں نے دو طریقوں میں ابی سعد، ابی نعیم اور ابن شیبہ سے کی ہے اور ص ۴۱۳ میں ابن عساکر کے سلسلے سند میں اس کی روایت کی ہے۔

اور اس فتویٰ کی وقعت حضرت امیر المومنینؑ کے دوسرے ارشاد کے بالمقابل

کیا رہتی ہے۔ جس میں آپ نے ابن ملجم سے فرمایا تھا کہ ''میں تم کو تمام لوگوں سے بدتر سمجھتا ہوں۔ اس کی روایت طبری نے اپنی ''تاریخ'' ج ۶ ص ۸۵ میں کی ہے اور ابن اثیر نے ''الکامل'' ج ۳، ص ۱۶۹ میں۔ اور حضرت کا تیسرا قول کہ ''میری تاک میں سوائے ایک بدبخت ترین شخص کے اور کوئی نہیں۔'' اس کی روایت امام احمد نے اپنی اسناد میں کی ہے جیسا کہ البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۳۲۴ میں ہے اور حضرت کو چوتھا قول جو آپؑ نے اہل بیت سے فرمایا تھا کہ ''اللہ کی قسم اب مجھے تمنا ہے کہ اس امت کا بدبخت ترین شخص (ابن ملجم) اٹھے'' اور میرا خاتمہ کردے۔ اس کی روایت ابوحاتم اور ملا نے کی ہے، بحوالہ سیرت ابوحاتم، جس طرح ''الریاض'' ج ۲ ص ۲۴۸ میں ہے۔ اور حضرت کا پانچواں قول کہ ''تم میں سے جو بدبخت ترین شخص ہے اس کو میرے قتل میں کس چیز کی رکاوٹ ہوتی ہے۔'' بحوالہ الکامل، ج ۳ ص ۱۶۸، اور کنزالعمال، ج ۶، ص ۴۱۲ بہ طریق عبدالرزاق وابن سعد، اور حضرت کا چھٹا قول کہ ''اس امت کے بدبخت ترین شخص کو میرے قتل میں کس چیز کا انتظار ہے۔'' اس کی روایت محاملی نے کی ہے۔ بحوالہ الریاض، ج ۲، ص ۲۴۸۔

کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ کون سا ''اجتہاد'' ہے۔ جو واجب الاطاعت امام کے قتل کے واجب ہونے کا جواز پیش کرے؟ پھر کس قسم کا اجتہاد ہے جو ایسے امام کے قتل کو ایک ''خارجی عورت'' کے نکاح کا مہر قرار دے؟ جس کے دام عشق میں بنی مراد کا بدبخت ترین شخص ابن ملجم گرفتار ہوگیا تھا۔ غرض واضح نبوی تصریحات کے مقابلے میں ابن حزم کے اس اجتہاد کی کون سی راہ ہے؟

کاش میں یہ بھی جانتا کہ کس امت نے عبدالرحمٰن بن ملجم کے ارتکاب جرم کے بارے میں اس کو معذور قرار دینے پر اتفاق کیا ہے؟ کاش ابن حزم ہمیں اس کی نشان دہی کرتے، حق تو یہ ہے کہ امت اسلامیہ کے پاس اس جھوٹی بات کا کوئی ثبوت نہیں، البتہ یہ خارجی فرقہ کا خیال ہے جو اصل میں دین سے خارج ہے اور یہاں ابن حزم نے انہی کی پیروی کی ہے حتیٰ کہ انہیں کے شاعر، عمران بن حطان کے اشعار سے استشہاد بھی کیا ہے۔

پھر عمران بن حطان کی وقعت ہی کیا ہے، اور خدا کے ولی، پاکیزہ امام

امیر المومنینؑ کے خون پاک کے بہانے میں جو اس نے ابن ملجم کے جرم کو برحق قرار دینے کا حکم دیا ہے اس کا وزن ہی کیا ہے؟ عمران کے قول کی قدر و قیمت ہی کیا ہے کہ اس کی بنیاد پر دلیل قائم کی جائے اور اسی کی طرف احکام اسلام میں رجوع کیا جائے۔ ابن حزم جیسے فقیہ کی قدر ہی کیا رہ جاتی ہے جب وہ عمران جیسے ایک شاعر کے نقش قدم پر چلیں اور اللہ کے دین میں اس کے قول کی پیروی کریں، اس طرح نبی اکرم ﷺ کی صحیح ثابت شدہ نصوص کی مخالفت کر کے ان کو مسترد کر دیں، نیز امت اسلامیہ پر خار جیانہ لب ولہجہ میں گند اچھالیں!

ادھر ابن حزم کے ہم عصر قاضی ابو اللطیف، طاہر بن عبداللہ شافعی عمران اور اس کے مسلک کے بارے میں کہتے ہیں۔

انی لابرء مما انت قائله — عن ابن ملجم الملعون بهتانا
یاضربة من شقی ماارادبها — الا لیهدم للاسلام ارکانا
انی لاذکره یوما فالعنه — دینا والعن عمرانا وحطانا
علیه ثم علیه الدهر متصلا — لعائن الله اسرار واعلانا
فانتما من کلاب النار جاء به — نص الشریعة برهانا وتبیانا

(مروج الذهب،۲/۴۳)

ترجمہ:

۱- اے ابن حزم، میں تیرے اس خیال سے بیزار ہوں جو تو ابن ملجم ملعون کی نسبت رکھتا ہے۔

۲- لوگو! اصل میں ابن ملجم کی ضربت ایسی تھی جس کے ذریعہ سے اس نے اسلام کے ستون گرا دیئے۔

۳- جب میں ابن ملجم کو کسی دن یاد کرتا ہوں تو میں اس کو لعنت بھیجنا دینی فرض جانتا ہوں، اسی طرح عمران اور حطان دونوں پر لعنت بھیجا کرتا ہوں۔

۴- ابن ملجم پر ظاہر اور باطن میں اللہ کی لعنتیں نازل ہوں اور جب تک زمانہ

موجود ہے اس کا سلسلہ جاری رہے۔

۵- تم دونوں دوزخ کے کتوں میں سے ہوگے اس پر شریعت میں کھلی نص آئی ہے اور پوری وضاحت کے ساتھ یہ انجام بیان ہوا ہے۔

بکر بن حسان باہلیؒ نے اسی زمین میں کہا ہے۔

قُل لابن ملجم والا قدار غالبة — هدمت ویلك للاسلام ارکانا
قتلت افضل من یمشی علی قدم — واول الناس اسلاما وایمانا
واعلم الناس بالقرآن ثم بما — سن الرسول لناشرعا وتبیانا
صهر النبی ومولانا وناصره — اضحت مناقبه نورا وبرهانا
وکان منه علی رغم الحسود له — مکان هرون من موسی بن عمرانا
وکان فی الحرب سیفا صارما ذکرا — لیثا اذا مالقی الاقران اقرانا
ذکرت قاتله والدمع منحدرُ — فقلت سبحان رب الناس سبحانا
انی لاحسبه ماکان من بشر — یخشی المعاد ولکن کان شیطانا
اشقی مراد اذا عدت قبائلها — واخسرُ الناس عندالله میزانا
کعاقر الناقة الاولی التی جلبت — علی ثمود بارض الحجر خسرانا
قدکان یخبرهم ان سوف یخضبها — قبل المنیة ازمانا فاز مانا
فلاعفا الله عنه ما تحمله — ولا سقیٰ قبر عمران بن حطانا
لقوله فی شقی ظل مجترما — ونال ما ناله ظلما وعدوانا
یاضربة من تقی ماارادبها — الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا
بل ضربة من غوی اورثته لظیٰ — وسوف یلقی به الرحمن غضبانا
کانه لم یرد قصدا بضربته — الا لیصلیٰ عذاب الخلد نیرانا

(مروج الذهب۲/۴۳)

ترجمہ:

۱- ابن ملجم کو میرا پیغام پہونچاؤ، حالاں کہ قضا وقدر غالب ہی رہتا ہے افسوس ہو تجھ پر! تو نے حضرت علیؑ کو قتل کر کے اسلام کے ستون مسمار کر دیئے۔

۲- تو نے ایک ایسی ہستی کو قتل کر ڈالا جو زمین پر چلنے والے آدمیوں سے افضل تھی، اور جنھوں نے سب لوگوں سے پہلے اسلام اور ایمان کا اظہار کیا تھا۔

۳- اور ایک ایسے فرد کو قتل کیا جو سارے لوگوں سے زیادہ قرآن وسنت کا علم رکھتے تھے جس کو رسول خدا نے وضاحت کے ساتھ فرمایا تھا۔

۴- جو نبیؐ کا داماد، ہمارے آقا اور حضورؐ کے مددگار تھے، جن کے مناقب نور کی طرح پھیلے اور دلیل کی مانند روشن ہوئے۔

۵- باوجود یہ کہ آپ کے دشمنوں کو ناگوار تھا لیکن حضرت رسول خداؐ کے یہاں آپ کی منزلت وہی تھی جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے یہاں تھی۔

۶- آپ جنگ کے میدانوں میں شمشیر براں تھے اور جب سورما ایک دوسرے سے میدان کارزار میں مڈبھیڑ ہوتے تھے تو آپ بہادری میں ن شیر جیسے ہوتے تھے۔

۷- آپ کا قاتل یاد آیا تو میری آنکھوں سے آنسو امنڈ پڑے، اور میں نے سبحان اللہ کہہ کر خدا سے پناہ مانگی۔

۸- میں تو آپ کے قاتل کو انسان نہیں سمجھتا جو قیامت کے انجام سے ڈرنے والا ہو بلکہ میں اس کو سراسر ایک شیطان تصور کرتا ہوں۔

۹- جب قبائل کا شمار کیا جاتا ہے تو قبیلہ مراد سے تعلق رکھنے والا ابن ملجم سب سے بدبخت ثابت ہوتا ہے اور جو قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ میزان اعمال کے محاسبہ کے لحاظ سے گھاٹے میں ہوگا۔

۱۰- ابن ملجم اس شخص کا جورو ہے جس نے پہلے زمانے میں ناقہ صالحؑ کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور جس ناقہ کی خاطر قوم ثمود کو زمین حجر میں عذاب کا خسارہ اٹھانا پڑا۔

۱۱- حضرت علیؑ لوگوں کو اپنی شہادت سے بہت پہلے یوں خبر دیا کرتے تھے کہ ان کی ریش مبارک کا ابن ملجم خون سے خضاب کرے گا۔

۱۲- ابن ملجم نے جس جرم کا بار سنگین اٹھالیا اس کو خدا معاف نہ کرے اور نہ عمران اور حطان کی لحد کو اپنی رحمت کی بارش سے شاداب کرے۔

۱۳- اس وجہ سے کہ عمران (مذکورہ شاعر) نے ابن ملجم جیسے شقی، مجرم اور ظلم وعدوان کے باعث بدعاقبت پانے والے کے بارے میں یوں کہا تھا۔

۱۴- یا ضربۃ تا آخر (یہ وہی شعر ہے جو عمران کے اشعار میں بیان ہوا ہے جن کا ذکر پیچھے ہوا ہے، وہاں شعر اور اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔)

۱۵- اس کے برعکس میں کہتا ہوں کی ابن ملجم کی ضربت ایک ایسے گمراہ شدہ کی ضربت تھی جس نے اس کو دوزخ میں جھونک دیا اور عن قریب خدائے رحمٰن کا غضب اس کو آلے گا۔

۱۶- ابن ملجم کا اس ضربت سے کوئی ارادہ نہ تھا سوائے اس کے کہ دوزخ کی آگ کا عذاب ہمیشہ اپنے لیے مول لے۔

ابن حجر نے ''الاصابہ'' ج ۳، ص ۱۷۹ میں لکھا ہے کہ یہ نظم بکر بن حماد تاہرتی کی ہے جو قیروان کے رہنے والے اور امام بخاری کے زمانے میں تھے۔

ابن تیمیہ کی رائے عبدالرحمٰن ابن ملجم قاتلِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق

ولهذا كان الذى قتل عمر كافراً يبغض دين الاسلام،ويبغض الرسول وأمته،فقتله بغضاً للرسول ودينه وأمته،والذى قتل علياً كان يصلى ويصوم ويقرأ القرآن،وقتله معتقداً أن الله ورسوله يحب قتل على،وفعل ذلك محبة لله ورسوله...فى زعمه....وان كان فى ذلك ضالاً مبتدعاً.وهو عبدالرحمن بن ملجم المرادى،مع كونه كان من أعبدالناس.

”یہی وجہ ہے کہ جس نے عمر کو قتل کیا، وہ کافر تھا، دین اسلام سے عداوت رکھتا تھا اور رسول اور آپ کی امت سے اسے نفرت تھی۔ اس نے یہ حرکت رسول، آپ کے دین اور آپ کی امت کی عداوت میں کی تھی لیکن جس نے علی کو قتل کیا تھا، وہ روزہ نماز کا پابند تھا اور قرآن کی تلاوت کرتا تھا۔ اس نے اس عقیدے کے ساتھ علی کا قتل کیا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کو علی کا قتل کیا جانا پسند ہے۔ اس نے اپنے خیال میں یہ حرکت اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں کی تھی۔ اگرچہ اپنے اس خیال میں وہ گمراہ اور بدعتی تھا۔ وہ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی تھا اور اس کا شمار سب سے زیادہ عبادت کرنے والوں میں ہوتا تھا۔“ (منهاج السنة)

علامہ ذہبی کی یزید کی مدح وثنا

نرجع لسير اعلام النبلاء للذهبى الجزء الرابع صفحة ٣٧ قلت:”كان(يزيد بن معاوية)قوياً شجاعاً،ذارأى وحزم وفطنة،وفصاحة وله شعر جيد.“

”امام ذہبی کی کتاب ’سیر اعلام النبلاء“ (۳۷/۴) کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں: وہ لکھتے ہیں:

”میں کہتا ہوں کہ یزید بن معاویہ طاقت ور تھا، بہادر تھا، صائب الرائے تھا، پختہ ارادے کا مالک تھا، ذہین تھا، فصاحت و بلاغت والا تھا، اس کے بہت سے عمدہ اشعار ہیں۔“

کیا اس کی صائب الرائی، ارادے کی پختگی، ذہانت اور بہادری یہی تھی کہ وہ امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے، ان کا سر کاٹنے، ان کی خواتین کو قیدی بنانے اور دودھ پیتے بچے کو قتل کرنے کا حکم دے۔

ابن تیمیہ کا سیدنا علیؓ اور امیر معاویہ کے ایمان کا تقابلہ

فهو يقول مثلاً عندما سئل عن اسلام معاوية (فی مجموع الفتاوی ۴/۴۵۳): فأجاب بحماس شديد قائلاً:
(ايمان معاوية بن أبی سفيان رضی الله عنه ثابت بالنقل المتواتر واجماع أهل العلم...)
هكذابحماس!

''مثال کے طور پر جب ان سے معاویہ کے اسلام کے بارے میں سوال کیا گیا (تو انھوں نے اسلامی غیرت وحمیت سے سرشار ہو کر جواب دیا:
''معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا ایمان نقول متواترہ اور اہل علم کے اجماع سے ثابت ہے۔''
اسلامی غیرت وحمیت اسی طرح ہوتی ہے!

فقال عن اسلام علی فی منهاج السنة (۸/۲۸۶): (أما اسلام علی فهل يكون مخرجا له من الكفر؟ علی قولين مشهورين! ومذهب الشافعی أن اسلام الصبی غير مخرج له من الكفر.)

ومع هذاالنص يبقی ابن تيمية محل رضا وحب عند هؤلاء الحمقی! وأنه يمثل أهل السنة! ماذا هذا التعصب والبرود فی الدفاع عن الامام علی مع الحرارة فی الدفاع عن معاوية؟

''ابن تیمیہ 'منهاج السنة'' ۸/۲۸۶) میں علی رضی اللہ عنہ کے اسلام کے بارے میں لکھتے ہیں:
''رہا علی رضی اللہ عنہ کا اسلام تو کیا وہ انھیں کفر سے باہر نکالنے والا تھا؟ اس بارے میں دو قول مشہور ہیں: امام شافعی کا مذہب ہے کہ بچے کا اسلام اسے کفر سے باہر نہیں نکال سکتا۔''

اس عبارت کے باوجود ان بے وقوفوں کے نزدیک ابن تیمیہ محبوب اور پسندیدہ ہیں، وہ اہل سنت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ معاویہ کی حمایت ودفاع میں یہ گرمی اور امام علی کے دفاع میں یہ تعصب اور سرد مہری کیا معنی رکھتی ہے؟

ذاکر نائک کا حافظ ابن حجر کا جھوٹا حوالہ دینا

ذاکر نائک نے اپنی ایک تقریر میں یزید کے لیے رضی اللہ عنہ کا لفظ استعمال کیا تھا، اور جب لوگوں نے اُس سے اختلاف کیا تو انھوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب ''الامتاع بالأربعين'' کا حوالہ دیا تھا۔ ان لوگوں کی یہی روش ہے کہ یہ نادر ونایاب کتب کے جھوٹے حوالے دیتے ہیں۔ یہ کتاب عوام تو کیا علماء کے پاس بھی نہیں ہے۔ اس کا ایک نسخہ انٹرنیٹ پر Al-Mustafa.com پر ہے وہیں سے یہ لیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

لعن يزيد

سئل شيخنا رحمه الله عن لعن يزيد بن معاوية وماذا يترتب علی من يحبه ويرفع من شأنه فأجاب: أمااللعن فنقل فيه الطبری المعروف بالكيا الهراسی الخلاف فی المذاهب الأربعة فی الجوازوعدمه فاختار الجواز ونقل الغزالی الخلاف واختار المنع وأماالمحبة فيه والرفععن شأنه فلا تقع الامن مبتدع فاسدالاعتقاد فانه كان فيه من الصفات مايقتضی سلب الايمان عمن يحبه لأن الحب فی الله والبغض فی الله من الايمان . والله المستعان.

''یزید پر لعنت بھیجنے کا مسئلہ
ہمارے شیخ سے سوال کیا گیا کہ یزید بن معاویہ پر لعنت بھیجنا کیسا ہے اور جو شخص اس سے اظہار محبت کرتا اور اس کی شان بڑھاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟
شیخ نے جواب دیا: جہاں تک سوال یزید پر لعنت بھیجنے کا ہے تو اس سلسلے میں طبری معروف بہ ''کیا ہراسی'' نے جواز اور عدم جواز پر مذاہب اربعہ کے درمیان

اختلاف نقل کیا ہے لیکن پسندیدہ مذہب جواز کا بتایا ہے۔امام غزالی نے اختلاف نقل کیا ہے لیکن پسندیدہ مذہب عدم جواز کا بیان کیا ہے۔

رہا سوال اس سے اظہار محبت کرنے اور اس کی شان بڑھانے کا تو یہ کام کوئی ایسا بدعتی ہی کرسکتا ہے جس کا عقیدہ فاسد ہو۔ کیوں کہ اس میں ایسی صفات پائی جاتی ہیں جو ایمان کے سلب ہو جانے کا تقاضا کرتی ہیں۔ کیوں کہ اللہ کی رضا کے لیے محبت کرنا اور اس کی رضا کے لیے نفرت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔اللہ ہی سے مدد کی درخواست کی جاسکتی ہے۔''

(الامتاع بالأربعین المتباینة السماع المؤلف احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد الکنانی العسقلانی) ص ٦١

فضائل علی علیہ السلام کا جلایا جانا

ابوبکر خلال نے اپنی کتاب ''السنۃ'' میں ایک روایت نقل کری ہے۔

وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: ثَنَا مُهَنَّى، قَالَ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ، قُلْتُ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ خِدَاشٍ، قَالَ: قَالَ سَلَّامٌ : وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: ثَنَا يَحْيَى، قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَبْنَ خِدَاشٍ، قَالَ: جَاءَ سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ إِلَى أَبِي عَوَانَةَ، فَقَالَ: هَاتِ هَذِهِ الْبِدَعَ الَّتِي قَدْجِئْتَنَا بِهَا مِنَ الْكُوفَةِ، قَالَ: فَأَخْرَجَ إِلَيْهِ أَبُو عَوَانَةَ كُتُبَهُ، فَأَلْقَاهَافِي التَّنُّورِ، فَسَأَلْتُ خَالِدًا مَا كَانَ فِيهَا؟ قَالَ:

حَدِيثُ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَقِيمُوْا الْقُرَيْشِ، وَأَشْبَاهِهِ، قُلْتُ لِخَالِدٍ: وَأَيْشٍ؟ قَالَ: حَدِيثُ عَلِيٍّ: أَنَاقَسِيمُ النَّارِ، قُلْتُ لِخَالِدٍ: حَدَّثَكُمْ بِهِ أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ؟ قَالَ: نَعَمْ۔

امام الجرح والتعدیل، یحیی بن معین سے روایت ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خالد بن خداش کو یہ واقعہ سناتے ہوئے سنا۔وہ فرما رہے تھے کہ سلام بن ابی مطیع ایک مرتبہ ابوعوانہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم وہ بدعتیں (جھوٹی روایات) جو کوفہ سے سن کر آئے ہو وہ پیش کرو۔پس ابوعوانہ نے اپنی کتب حدیث سلام بن ابی مطیع کے سامنے پیش کردیں۔تو سلام نے وہ روایات آگ کے تنور میں ڈال دی۔یحیی بن معین کہتے ہیں کہ میں نے خالد بن خداش سے پوچھا کہ اس ذخیرے میں کون سی روایات تھیں......خالد نے کہا۔

اس میں اعمش کی روایت تھی حضرت ثوبان سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''استقیمو القریش'' خالد نے کہا۔اور اسیطر ح کئی دیگر روایات بھی تھیں۔

یحیی بن معین کہتے ہیں کہ میں نے پھر پوچھا کہ اور کسطرح کی روایات اس میں تھیں؟؟ خالد نے کہا۔ حضرت علی کی حدیث بھی اس ذخیرے میں تھی۔ جس میں حضرت علی نے فرمایا۔ ''أنا قسیم النار والجنۃ'' میں جہنم اور جنت کو تقسیم کرنیوالا ہوں۔

یحیی بن معین نے خالد بن خداش سے پوچھا کہ حضرت علی کی یہ حدیث کیا ابوعوانہ نے تم کو اعمش سے روایت کری ہے؟؟ تو خالد بن خداش نے کہا۔ ہاں اعمش سے ہی روایت کری ہے۔

اسنادی حیثیت۔ قال المحقق الدکتور عطیه الزهرانی ۔ اسناده صحیح ۔

السنة/ جلد۲/ صفحه ۵۱۰/ رقم الحدیث ۸۱۹/طبعه دار الرایه للنشروالتوزیع۔

ضمیمہ

اہل سنت اور نواصب میں فرق

علمائے اسلام اختلافی مسائل پر ہمیشہ ایک دوسرے کی تردید میں کتب لکھتے آئیں ہیں لیکن اس تردید میں کبھی شرعی حدود کو پامال نہیں کیا۔ بہت سے علمائے اہل سنت نے اہل تشیع حضرات کے عقائد وافکار کے خلاف کتب تحریر کریں ہیں مگر اُن میں اہل بیت اطہار کے مقام بلند کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔

ہم یہاں صرف ایک مثال دے رہے ہیں، مشہور شیعہ عالم **ابن مطہر حلی** ہیں۔ انھوں نے کتاب منہاج الکرامہ لکھی جس کی رد میں ابن تیمیہ نے کتاب منہاج السنة لکھی اور اس کتاب میں حد سے تجاوز کیا اور اہل بیت کی خاص طور پر سیدنا علی کی تنقیص اور تحقیر کری (نعوذ باللہ) اس کتاب میں:

(۱) فضائل علی کی تمام احادیث صحیحہ کا انکار کر دیا۔

(۲) سیدہ کائنات کو منافقین سے مشابہ بتایا۔ (نعوذ باللہ)۔

(۳) اہل بیت کی سخت تنقیص وتوہین کری۔

اس کے برخلاف ابنِ مطہر حلی نے ایک کتاب "نهج الحق و کشف الصدق" لکھی تھی۔ اس کی رد میں علمائے اہل سنت میں سے **علامہ روز بہان شافعی** نے کتاب "ابطال نهج الباطل" لکھی مگر دیکھئے وہ اپنی کتاب کو شروع ہی آئمہ اہل بیت کی مدح وثنا سے کر رہے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الائمة الاثنی عشر رضوان الله علیهم أجمعین وهم صدور أیوان الاصطفاء، وبدور سماء الاجتباء، ومفاتیح ابواب الکرم، ومجادیح هواطل النعم، ولیوث غیاض البسالة، وغیوث ریاض الابالة، وسباق مضامیر السماحة، وخزان نقود الرجاحة، والاعلام

الشوامخ فی الارشاد والهداية،والجبال الرواسخ فی الفهم والدراية. وهم كماقلت فيهم شعراً:

''ائمہ اثنا عشر رضوان اللہ علیہم اجمعین ایوان اصطفا کے صدر نشین، سمائے اجتبا کے چاند، ابواب جود و کرم کے کلید، نعمتوں کی بارش کا مقام، بہادری کی جھاڑیوں کے شیر، خوش رنگ کیاریوں کی بارش، سخاوت وسماحت کے شہ سوار، درہم و دینار سے بھرے تھیلوں کے خازن، ارشاد وہدایت میں بلند پایہ شخصیات اور فہم ودرایت میں مستحکم پہاڑ تھے۔ وہ ٹھیک اسی طرح تھے جیسا کہ میں اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں بیان کیا ہے:

شم المعاطس من أولادفاطمة   علوا رواسی طود العز والشرف

''وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد اور خوشبو ہیں اور عز وشرف کے بلند مقام پر فائز ہیں۔''

فاقوا العرانين فی نشرالندی كرما   بسمح كف خلا من هجنة السرف

''اپنے جود و کرم کی بارش کرنے میں وہ دنیا کے سرداروں پر فوقیت رکھتے ہیں، بغیر کسی اسراف کے ہتھیلیاں بھر بھر کر دیتے ہیں۔''

تلقاهم فی غداة الروع اذرجفت   أكتاف أكفائهم من رهبة التلف

''تم انھیں خوف اور دہشت کے دن جب ان کے برابر والوں کے کندھے موت کے ڈر سے تھر تھرا رہے ہوں گے، اس طرح پاؤ گے'':

مثل الليوث الى الأهوال سارعة   حماسة النفس لا ميلاالى الصلف

''جیسے کہ شیر ہوں اور خطرناک مہمات کی طرف ڈینگ مارتے ہوئے نہیں بلکہ پوری غیرت وحمیت کے ساتھ بڑھے چلے جا رہے ہوں۔''

بنوعلی وصی المصطفی حقا   أخلاف صدق نموا من أشرف السلف

''وہ صحیح معنوں میں علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور مصطفیٰ ﷺ کے وصی ہیں، ان کے سچے اخلاف ہیں جن کی نشو ونما اپنے معزز اسلاف کی طرح ہوئی ہے۔''

(ابطال نہج الباطل- علامہ روز بہان شافعی)

یزید پر درود (نعوذ باللہ)

ناصبی حضرات اگر سیدنا علیؓ یا امام حسینؓ کے ساتھ ''علیہ السلام'' کا استعمال کیا جائے تو بہت خفا ہوتے ہیں۔ ایک صاحب نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ یہ ''شرک فی النبوت'' ہے۔ اب اس کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اعلان

اس کتاب کو صاحب ذوق حضرات مصنف سے اجازت لے کر چھپوا سکتے ہیں لیکن بغیر اجازت طبع نہ فرماویں

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

تاریخ کا روشن پہلو

خلافت

رشید ابن رشید

امیر المومنین سیدنا یزیدؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قرآن، حدیث، صحابہ کرام کے مسلک اور تاریخ کی روشنی میں

وصلی اللہ امیر المومنین (یزیدؓ) واحسن الجزاء

(ارشاد گرامی سیدنا علیؓ زین العابدین)

بغرض مطالعہ، محبان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

مولف وناشر

ابو یزید محمد دین بٹ

آئرن مرچنٹ، چوک شہید گنج۔ لنڈا بازار لاہور پاکستان